قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی

قدرتِ ثانیہ

"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنّت کو ترک کر دیوے ..... تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک مَیں نہ جاؤں لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی ..... یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔"

(الوصیۃ صہ ۱۳-۱۴)

جلد ۳۷ — قیمت: سالانہ تیس روپے، فی پرچہ تین روپے — شمارہ ۷

فہرست مضامین

پبلشر:- مبارک احمد خالد — پرنٹر:- قاضی منیر احمد — مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ خالد، دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اداریہ

"امامت" ایک نعمت ہے ـــــ اور شکرِ نعمت واجب

ایک بزرگ کا قول ہے کہ جب ہم سانس لیتے ہیں تو ہم پر دو شکر واجب ہوتے ہیں۔ پہلا شکر تو یہ کہ گندی ہوا جسم سے باہر نکلی اور دوسرا شکر اس بات کا کہ تازہ ہوا اندر گئی ـــــ یہ قول واقعی ایک عارفانہ ذوق اپنے اندر رکھتا ہے۔ تو جب جسم کی ایک ضرورت کا خیال رکھنے پر دُہرا شکر ہمارے اوپر واجب ہُوا تو اندازہ کریں اُس نعمت کا جو خدا نے ہماری روحوں کی تازگی، ہماری دینی اور دنیاوی ترقی کے لئے خلافت کا نظام ہمیں عطا فرمایا ـــــ اس پر تو ہم خدا کا جتنا بھی شکر کریں کم ہے ـــــ اس کا شکر کیسے کرنا چاہیئے ایک پہلو تو یہ ہے کہ ہم خدا کے حضور سر بسجود ہوں اور اس کا شکر ادا کریں لیکن ہمارا یہ شکر اس وقت تک حقیقی شکر نہیں کہلا سکتا جب تک کہ اس کا دوسرا پہلو ہم مکمل نہ کریں اور وہ یہ ہے کہ ہم خلافت کے ساتھ اپنے آپ کو مکمل طور پر وابستہ کر دیں خلیفۃ المسیح کی اطاعت اپنے اُوپر واجب کر لیں ـــــ تب یہ حقیقی شکر کہلا سکتا ہے ـــــ سو آئیے اپنے رب کے حضور شکر کے سجدات بجا لائیں اور اپنے پیارے امام اطال اللہ عمرہٗ سے ہر حال میں اور ہر بات میں اطاعت و فرمانبرداری کا عہد باندھیں ـــــ

یاد رکھیں کہ خلیفہ خدا کے مُنہ کی نفیری ہوتا ہے وہ اس کی بانسری ہوتا ہے وہ وہی کہتا ہے جو خدا کہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مصلح موعود نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ

"..... پس میری سُنو اور میری بات کے پیچھے چلو کہ مَیں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے۔ میری آواز نہیں ہے مَیں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں تم میری مانو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو خدا تمہارے ساتھ ہو خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دُنیا میں بھی عزت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ۔"

(سیرِ روحانی جلد ۳ صفحہ ۲۸۷)

سو آئیں خلیفۃ المسیح کی آواز پر لبیک کہیں، پیارے آقا کی تحریکات پر، اُس محبوب کے ارشادات پر لبیک کہتے ہوئے عمل پیرا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سیرۃ النبیؐ

قسط دوم۔ آخری

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حُسنِ معاشرت

(محترم حافظ مظفر احمد صاحب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیوی حضرت صفیہؓ تھیں جو رسول اللہؐ کے شدید معاند اور یہودی قبیلہ بنو نضیر کے مشہور سردار حُیی بن اخطب کی بیٹی تھیں جنگِ خیبر میں حضرت صفیہؓ کا باپ اور ان کا خاوند مسلمانوں سے لڑتے ہوئے مارے گئے تھے مگر آنحضرتؐ نے پھر بھی یہودِ خیبر پر احسان فرماتے ہوئے حضرت صفیہؓ بنت حُیی کو اپنے عقد میں لینا پسند فرمایا۔ اپنے جانی دشمن کی بیٹی صفیہؓ کو بیوی بنا کر اپنی شفقتوں اور احسانوں سے جس طرح انہیں اپنا گرویدہ کیا اور اُن کا دل آپؐ نے جیتا وہ بلاشُبہ انقلاب آفریں ہے۔ جنگِ خیبر سے واپسی کا وقت آیا تو صحابہ کرامؓ نے یہ عجیب نظارہ دیکھا کہ آنحضرتؐ اُونٹ پر حضرت صفیہؓ کے لئے خود جگہ بنا رہے ہیں۔ وہ عبا جو آپؐ نے زیبِ تن کر رکھی تھی اُتار کر اور اُسے تہ کر کے حضرت صفیہؓ کے بیٹھنے کی جگہ پر بچھا دیا اور پھر اُن کو سوار کراتے وقت اپنا گھٹنا اُن کے آگے جھکا دیا اور فرمایا اس پر پاؤں رکھ کر اُونٹ پر سوار ہو جاؤ۔[1]

خود حضرت صفیہؓ کا بیان ہے کہ چونکہ جنگِ خیبر میں رسول اللہؐ کے ذریعہ میرے باپ اور شوہر مارے گئے تھے اِس لئے میرے دل میں آپؐ کے لئے جو نفرت تھی اُس کی انتہاء نہیں تھی مگر آپؐ نے میرے ساتھ ایسا حُسنِ سلوک فرمایا کہ میرے دل کی سب کدورت جاتی رہی۔ آپؓ بیان فرماتی ہیں کہ خیبر سے جب ہم رات کے وقت چلے تو آپؐ نے مجھے اپنی سواری کے پیچھے بٹھا دیا۔ مجھے اُونگھ آگئی اور سر پالان کی لکڑی سے جا ٹکرایا۔ حضورؐ نے بڑے پیار سے اپنا دستِ شفقت میرے سر پر رکھ دیا اور فرمانے لگے اے لڑکی، اے حُیی کی بیٹی ذرا احتیاط، ذرا خیال! رات کو جب ایک جگہ پڑاؤ کیا تو وہاں میرے ساتھ بہت معذرتیں کیں۔ فرمانے لگے دیکھو تمہارا باپ میرے خلاف تمام عرب کو کھینچ لایا تھا اور ہم پر حملہ کرنے میں پہل اُس نے کی تھی اور یہ یہ سلوک ہم سے روا رکھا تھا جس کی بناء پر مجبوراً تیری قوم کے ساتھ ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑا جس پر میں بہت معذرت خواہ ہوں مگر تم خود جانتی ہو کہ یہ سب کچھ ہمیں مجبوراً اور جواباً کرنا پڑا ہے۔ حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں کہ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ جب میں رسولِ کریمؐ کے پاس سے اُٹھی تو آپؐ کی محبت میرے دل میں ایسی رچ بس چکی تھی کہ دُنیا میں آپؐ سے بڑھ کر مجھے کوئی پیارا نہ رہا۔[2]

"قوّام" اور "راعی" یعنی سرپرست اور نگران ہونے کے ناطے بیویوں کی تربیت کی ذمہ داری بھی ایک اہم اور نازک

ذمہ داری ہے۔ اپنی تمام تر دلداریوں اور شفقتوں کے ساتھ تربیت کی ذمہ داری ادا کرنے کا حق ہمارے آقا و مولیٰ نے خوب ادا فرمایا۔ حسب ارشادِ خداوندی جب بیویوں نے آیتِ تخییر کے بعد آپؐ کے پاس رہنا ہی پسند فرمایا تو آپؐ کا ازواجِ مطہرات کو یہی درس ہوتا ہے کہ آپ دُنیا کی عام عورتوں کی طرح نہیں ہیں اِسلئے تقوٰی اختیار کریں اور لوچدار آواز سے بات نہ کریں کہ منافق کوئی بدخیال دل میں لائے اور زیادہ وقت گھروں میں ہی ٹھہری رہا کریں اور جاہلیت کے طریق کے مطابق زینت و آرائش کے اظہار سے باز رہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت میں کمربستہ رہیں۔ جب کسی غیر مرد سے بات کرنی ہو تو بر عایتِ پردہ ایسا کریں اور جب باہر نکلیں تو اوڑھنیاں اِس طرح لیا کریں کہ پہچانی نہ جائیں۔ یہ سب احکام وہ تھے جن پر عمل درآمد کے نتیجہ میں اہلِ بیت اور ازواجِ مطہرات نے مدینہ میں ایک پاکیزہ معاشرہ قائم کر دیا۔

آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ بہت خوش قسمت ہیں وہ میاں بیوی جو ایک دوسرے کو نماز اور عبادت کے لئے بیدار کرتے ہوں اور اگر ایک نہ جاگے تو دوسرا اُس پر پانی کے چھینٹے پھینک کر اسے جگائے اور اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ آپؐ کا یہی سلوک تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ رات کو نمازِ تہجد کی ادائیگی کے لئے اُٹھتے تھے جب طلوعِ فجر میں تھوڑا سا وقت باقی رہ جاتا تو مجھے بھی جگاتے اور فرماتے تم بھی دو رکعت ادا کر لو۔

اِسی طرح آپؐ فرماتے ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ میں تو بطورِ خاص آپؐ خود بھی کمرِ ہمت کس لیتے اور

تمام آدم زادوں کے لیئے ایک ہی رسولؐ اور ایک ہی شفیع

"نوعِ انسان کے لیئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن، اور تمام آدم زادوں کے لیئے اب کوئی رسُول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبیؐ کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی، بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اِسی دُنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لیئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لیئے زندہ ہے۔"

(کشتی نوح صفحہ ۱۳)

بیویوں کو بھی اہتمام کے ساتھ عبادت کے لئے جگاتے تھے۔[۵]

ایک رات کا ذکر ہے کہ آنحضرتؐ تہجد کے لئے اُٹھے ہوئے تھے وحیِ الٰہی کے ذریعہ سے آپؐ کو آئندہ کے احوال اور فتنوں کی کچھ خبریں بتائی گئی ہیں جس کے بعد ایک پریشانی اور گھبراہٹ کے عالم میں آپؐ بیویوں کو نماز اور دعا کے لئے جگانے لگے اور فرمایا اِن حُجروں میں سونے والیوں کو جگاؤ اور پھر اِس نصیحت کو مزید اثر انگیز بنانے کے لئے ایک عجیب پُرحکمت جملہ فرمایا جو پوری زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے کافی ہے۔ فرمایا:

رُبَّ کَاسِیَةٍ فِی الدُّنیَا عَارِیَةٌ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔[۶]

دُنیا میں کتنی ہی عورتیں ہیں جو ظاہری لباسوں کے لحاظ سے بہت خوش پوش ہیں مگر قیامت کے دن جب یہ دنیوی لباس کام نہ آئیں گے اور صرف لباسِ تقوٰی کی ضرورت ہوگی تو وہ اس لباس سے عاری ہوں گی۔

ایک دفعہ حضرت اُمّ سلمہؓ کے گھر میں کچھ عورتیں جمع تھیں آپؐ نے دیکھا کہ سب اکیلی اکیلی نماز پڑھتی ہیں اُمّ سلمہؓ کو فرمایا تم نے ان کو نماز باجماعت کیوں نہ پڑھا دی۔ اُمّ سلمہؓ نے پوچھا کہ حضورؐ! کیا یہ جائز ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں جب تم زیادہ عورتیں ہوں تو ایک درمیان میں کھڑی ہو کر امامت کروا لیا کرے اور اِس طرح آپؐ نے نماز باجماعت اور عبادتِ الٰہی کا شوق اُن میں بیدار کیا۔[۷]

اللہ کی یاد اور اس کی صفات کا تذکرہ تو اکثر ہی گھر میں رہتا تھا۔ عجب ڈھنگ اور نرالے انداز سے آپؐ اہلِ خانہ کے دلوں میں خداتعالیٰ کی محبت اور اس کی عبادت کا شوق پیدا فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ سے فرمانے لگے مجھے اللہ کی ایک ایسی صفت کا علم ہے جس کا نام لے کر دعا کی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے وفورِ شوق سے عرض کیا حضورؐ پھر مجھے بھی وہ صفت بتائیے نا! حضورؐ نے فرمایا میرے خیال میں تجھے بتانا مناسب نہیں۔ حضرت عائشہؓ جیسے رُوٹھ کر ایک طرف ہو کر جا بیٹھیں کہ خود ہی بتائیں گے مگر جب آنحضرتؐ نے کچھ دیر تک نہ بتایا تو عجب شوق کے عالم میں خود اُٹھیں رسول اللہؐ کے پاس آ کر کھڑی ہو گئیں، آپؐ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ بس مجھے ضرور وہ صفت بتائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہؓ دراصل بات یہ ہے کہ اِس صفت کے ذریعہ سے خداتعالیٰ سے دُنیا کی کوئی چیز مانگنا درست نہیں اِس لئے میں بتانا نہیں چاہتا۔ تب حضرت عائشہؓ پھر رُوٹھ کے الگ ہو جاتی ہیں کہ اچھا نہ تو نہ سہی۔ پھر آپؓ وضوء کرتی ہیں مصلّٰی بچھاتی ہیں اور حضورؐ کو سُنا سُنا کر بآوازِ بلند یہ دعا کرتی ہیں کہ اے میرے مَولیٰ تجھے اپنے سارے ناموں اور صفتوں کا واسطہ، اُن صفتوں کا بھی جو مجھے معلوم ہیں اور اُن کا بھی جو میں نہیں جانتی کہ تُو اپنی اِس بندی کے ساتھ عفو کا سلوک کرنا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاس بیٹھے دیکھتے جاتے ہیں اور مسکراتے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں اے عائشہؓ! بے شک وہ صفت اِنہی صفات میں سے ایک ہے جو تم نے شمار کر ڈالیں۔[۸]

بیویوں کے دل میں توحیدِ باری کی عظمت کے قیام کا خیال آپؐ کو بوقتِ وفات بھی تھا۔ آپؐ کی آخری بیماری میں جب کسی بیوی نے حبشہ کے ایک گرجے کا ذکر کیا جو ماریہ (یعنی حضرت مریمؑ) کے نام سے موسوم تھا تو اپنی بیماری کے تکلیف دِہ آخری لمحات میں بھی آپؐ نے

بیویوں کی توجہ توحیدِ باری کی طرف مبذول کراتے ہوئے فوراً گفتگو کا رُخ اس طرف موڑ دیا کہ بُرا ہو اُن یہودیوں اور عیسائیوں کا جنہوں نے اپنے نبیوں اور بزرگوں کے مزاروں کو معابد بنا لیا گویا بالفاظِ دیگر اپنی وفات کو قریب جانتے ہوئے آپؐ بیویوں کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ دیکھو میری قبر کو شرک گاہ نہ بنا دینا۔ میرے بعد توحید پر قائم رہنا۔

جہاں ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو جذبۂ غیرت کا پیدا ہو جانا ایک طبعی امر ہے۔ غور کیا جائے تو شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ایک اہم اور نازک مسئلہ یہی ہوتا مگر آپؐ اکثر و بیشتر اس کا مداوا اور حل خود تکلیف اُٹھا کر اور اپنی ذاتی قربانی کے ذریعہ سے تلاش کر لیا کرتے۔ ایک دفعہ آپؐ کی باری حضرت عائشہؓ کے ہاں تھی۔ کسی اَور بیوی نے کچھ کھانا تحفۃً وہاں بھجوا دیا۔ حضرت عائشہؓ کی طبعی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ اُن کی باری میں کوئی اَور بیوی حضورؐ کی خدمت کا شرف پائے اُنہوں نے غصے میں وہ کھانے سے بھرا پیالہ زمین پر دے مارا۔ کھانا گر گیا پیالہ ٹوٹ کر بکھر گیا۔ کھانا لانے والا خادم پاس حیران کھڑا ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ سب تماشا دیکھ رہے ہیں مگر حضرت عائشہؓ پر کوئی سختی نہیں فرماتے چپکے سے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے زمین پر گرا ہوا کھانا جمع کرنا شروع کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کے لئے تو یہی کافی تھا۔ حضورؐ کے اس رَدِّ عمل سے یقیناً اُن کو سخت ندامت ہوئی ہوگی۔ چنانچہ جب رسولِ کریمؐ نے اُن کو فرمایا کہ اے عائشہؓ جو پیالہ توڑا ہے اب اس کے بدلے میں اپنا کوئی پیالہ واپس کر دو۔ حضرت عائشہؓ نے بخوشی اس خادم کو اپنا پیالہ دے کر رخصت کیا۔[۱۰]

آپؐ جائز حد تک اپنی بیویوں کی خاطر اپنے نفس کی قربانی میں کوئی تامّل نہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرتؐ نے ایک بیوی کے ہاں ٹھہر کر شہد کا شربت پیا۔ وہاں آپؐ کا وقت معمول سے کچھ زیادہ لگ گیا تو حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے ازراہِ غیرت شہد ترک کروانے کا پروگرام بنوایا اور دونوں بیویوں نے حضورؐ سے شہد کی خاص بُو کی شکایت اِس انداز میں کی کہ لگتا ہے کہ حضورؐ نے فلاں بُودار بُوٹی کا رَس چوسنے والی مکھی کا شہد پیا ہے۔ حضورؐ کے لئے تو یہ اشارہ کافی تھا۔ تو آپؐ نے دونوں بیویوں کے جذبات کی خاطر شہد ہمیشہ کے لئے ترک کرنے کا عزم کر لیا اور فرمایا کہ اب مَیں کبھی شہد کا شربت نہ پیوں گا۔[۱۱] یہاں تک کہ قرآن شریف میں آپؐ کو ارشاد ہوا کہ اے نبی محض اپنی بیویوں کی رضامندی کی خاطر اللہ کی حلال چیزوں کو کیوں حرام کرتے ہو جس حد تک حضورؐ بیویوں کی باتیں سُنتے اور اُن کے مذاق تک برداشت فرماتے تھے اِس پر ازواجِ مطہرات کے عزیز اقارب کو تو تعجب ہوتا تھا مگر آنحضرتؐ نے کبھی اِس کو بُرا نہیں منایا اور اپنی نرم خُوئی میں کبھی سختی اور درشتی نہیں آنے دی۔

ایک دن حضرت عائشہؓ آنحضرتؐ سے کچھ تیز تیز بول رہی تھیں کہ اُوپر سے اُن کے اَبّا حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے۔ یہ حالت دیکھ کر اُن سے رہا نہ گیا اور اپنی بیٹی کو مارنے کے لئے آگے بڑھے کہ خدا کے رسولؐ کے آگے اِس طرح بولتی ہو۔ آنحضرتؐ یہ دیکھتے ہی باپ اور بیٹی کے درمیان حائل ہو گئے اور حضرت ابوبکرؓ کی متوقع سزا سے حضرت عائشہؓ کو بچا لیا۔ اور جب حضرت ابوبکرؓ چلے گئے تو حضرت عائشہؓ کو ازراہِ تفنّن فرمانے لگے: دیکھا پھر ہم نے تمہیں تمہارے اَبّا سے کیسے بچایا۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت ابوبکرؓ دوبارہ تشریف لائے تو آنحضرتؐ اور حضرت عائشہؓ ہنسی خوشی باتیں کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے

دیکھو بھئی تم نے اپنی لڑائی میں تو مجھے شریک کیا تھا اب خوشی میں بھی شریک کر لو۔[12]

حضرت عائشہؓ کے تو آپؐ بہت ہی ناز اُٹھاتے تھے۔ ایک دفعہ اُن سے فرمانے لگے کہ عائشہؓ میں تمہاری ناراضگی اور خوشی کو خوب پہچانتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا وہ کیسے۔ فرمایا جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو اپنی گفتگو میں ربِّ محمدؐ کہہ کر قسم کھاتی ہو اور جب ناراض ہوتی ہو تو ربِّ ابراہیم کہہ کر بات کرتی ہو۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ہاں یا رسول اللہؐ یہ تو ٹھیک ہے مگر بس میں صرف زبان سے ہی آپؐ کا نام چھوڑتی ہوں (دل سے تو آپؐ کی محبت نہیں جا سکتی)[13]

حضورؐ کی بیوی بنتِ عمرؓ کچھ تیز طبیعت تھیں۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو اُن کی بیوی نے کوئی مشورہ دینا چاہا تو آپ سخت خفا ہوئے کہ مردوں کے معاملات میں عورتوں کی مداخلت کے کیا معنی؟ تب آپ کی بیوی کہنے لگیں کہ آپ کی اپنی بیٹی حفصہؓ تو رسول اللہؐ کے آگے سے بولتی ہے اور ان کو جواب دیتی ہے یہاں تک کہ بعض دفعہ رسول کریمؐ سارا سارا دن اُن سے ناراض رہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ فوراً اپنی بیٹی کے گھر پہنچے اور اُن سے پوچھا کہ کیا یہ درست ہے کہ تمہارے آگے سے بولنے کی وجہ سے رسول اللہؐ بعض دفعہ سارا دن ناراض رہتے ہیں۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ ہاں بعض دفعہ ایسا ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یاد رکھو عائشہؓ کی ریس کرتے ہوئے تم کسی دن اپنا نقصان نہ کر لینا۔ پھر یہی نصیحت حضورؐ کی ایک اور بیوی حضرت اُمِّ سلمہؓ کو کرنے گئے تو وہ بھی آخر حضرت عمرؓ کی رشتہ دار تھیں فرمانے لگیں اے عمرؓ! اب رسول اللہؐ کے گھریلو معاملات میں بھی تم مداخلت کرنے لگے کیا اس کے لئے خود رسول اللہؐ کافی نہیں ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں خاموش ہو کر واپس لوٹا اور یہ واقعہ جب آنحضرتؐ کو سنایا تو آپؐ خوب محظوظ ہوئے۔[14]

اِن سب شفقتوں کے باوجود اگر کبھی بیویوں کی طرف سے عدل سے ہٹی ہوئی کوئی بات سرزد ہوتی تو آپؐ سختی سے اِس کا نوٹس بھی لیتے اور مناسب تنبیہہ فرماتے۔ ہر چند کہ حضرت عائشہؓ آپؐ کو بہت محبوب تھیں ایک دفعہ انہوں نے حضرت صفیہؓ کو اپنی چھنگلی دکھا کر ان کے پست قد کی وجہ سے ٹھگنی (چھوٹے قد والی) کا طعنہ دیا اور آنحضرتؐ کو پتہ چل گیا تو آپؐ نے بہت سرزنش فرمائی۔ فرمایا یہ ایسا سخت کلمہ تم نے کہا کہ تلخ سمندر کے پانی میں بھی اِس کو ملا دیا جائے تو وہ اَور کڑوا ہو جائے[15]۔ گویا آپؐ نے لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَاب کے حکم کی سختی سے پابندی فرمائی۔

بلا امتیاز عادلانہ فیصلوں کا یہ اصول تا دمِ واپسیں برقرار رہا۔ آخری بیماری میں جب حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو امامتِ نماز کا ارشاد فرمایا تو حضرت عائشہؓ نے اِس خیال سے کہ رسول اللہؐ کی وفات ہو گئی تو لوگ ابوبکرؓ کے مصلّے پر آنے کی بدشگونی نہ لیں یہ مشورہ دیا کہ حضرت عمرؓ کو نماز پڑھانے کے لئے کہہ دیا جائے اور حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے مِل کر اِس پر اصرار بھی کیا مگر آپؐ نے سختی کے ساتھ امامتِ ابوبکرؓ کا فیصلہ ہی نافذ کیا اور فرمایا:

"تم یوسف علیہ السلام کو راہِ راست سے بہکانے والی عورتوں کی طرح مجھے کیوں راہِ حق سے ہٹانا چاہتی ہو"۔

الغرض ہمارے آقا و مولیٰؐ نے کمال عدل اور احسان

اور مروّت کے ساتھ اہلی زندگی میں اپنے حقوق ادا کئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِن کمال ذرّہ نوازیوں کا نتیجہ تھا کہ آپؐ کی تمام بیویاں آپؐ پر جان چھڑکتی تھیں چنانچہ زمانۂ قُربِ وفات میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے فرمایا کہ تم میں سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی مجھے سب سے پہلے دوسرے جہان میں آملے گی۔ تو بیویوں کی محبت کا یہ عالم تھا کہ عجب عالمِ شوق میں انہوں نے باہم ہاتھ ماپنے شروع کر دیئے کہ وہ کون خوش نصیب ہے جو اِس دارِ فانی سے کُوچ کر کے اُس دائمی اور اَبد الآباد گھر میں اپنے آقا کے قدموں میں سب سے پہلے پہنچتی ہے۔

ہمارے آقا و مولیٰؐ کے حُسن و احسان کے اُن جلووں نے بلاشُبہ آپؐ کی اہلی زندگی کو جنّت نظیر بنا دیا تھا۔ تبھی تو دوسرے جہان کی جنّت کے لئے آپؐ کی بیویاں آپؐ سے ملنے کے لئے اِتنی بیقرار نظر آتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم صحیح معنوں میں اپنی اہلی زندگیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک اُسوہ اور خُلقِ عظیم کے رنگ میں رنگین کرنے والے ہوں اور وہ پاکیزہ معاشرے استوار کریں جس کے قیام کے لئے ہمارے سیّد و مولیٰؐ اِس دُنیا میں تشریف لائے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

حضرت بانیٔ سِلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں۔ آپؐ کی زندگی میں دیکھو کہ آپؐ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے میرے نزدیک وہ شخص بُزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلہ میں کھڑا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کا مطالعہ کرو تا تمہیں معلوم ہو کہ آپؐ ایسے خلیق تھے۔"

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۴۴)

پھر فرماتے ہیں:۔

"ہمارے ہادیٔ کامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ" تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کا اپنے اہل کے ساتھ عمدہ سلوک ہو۔ بیوی کے ساتھ جس کا عمدہ چال چلن اور معاشرت اچھی نہیں وہ نیک کہاں۔ دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی تب کر سکتا ہے جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہو اور عمدہ معاشرت رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ...... ہاں اگر وہ بے جا کام کرے تو تنبیہہ ضروری چیز ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ عورتوں کے دل میں یہ بات جما دے کہ وہ ایسا کام جو دین کے خلاف ہو کبھی بھی پسند نہیں کر سکتا اور ساتھ وہ ایسا جابر اور ستم شعار نہیں کہ کسی غلطی پر بھی چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ خاوند عورت کے لئے اللہ تعالیٰ کا مظہر ہوتا ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ اگر اپنے سوا کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ پس مرد میں جلالی اور جمالی رنگ دونوں موجود ہونے چاہئیں۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۴۷)

۱ے بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر۔
۲ے طبرانی فی الاوسط بحوالہ مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۵۔
۳ے ابنِ ماجہ اقامۃ الصلوٰۃ باب ماجاء فِيمَنْ اَيْقَظَ اَهْلَهٗ مِنَ اللَّيْلِ۔
۴ے بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ خلف القائم۔
۵ے بخاری کتاب الصوم
۶ے بخاری کتاب الفتن۔
۷ے مجموع الفقہ بروایت زید بن علی صفحہ ۴۳۔
۸ے ابنِ ماجہ کتاب الدعاء باب اسم اللہ الاعظم۔
۹ے بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی البیعۃ۔
۱۰ے سنن نسائی جلد ۲ کتاب عشرۃ النساء باب الغیرۃ۔
۱۱ے بخاری کتاب التفسیر سورۃ التحریم۔
۱۲ے ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی المزاح۔
۱۳ے بخاری کتاب الادب
۱۴ے بخاری کتاب التفسیر سورۃ التحریم
۱۵ے بخاری کتاب الادب باب فی الغیبۃ۔

فضلِ خدا کا سایہ ہم پر رہے ہمیشہ
ہر دن چڑھے مبارک ہر شب بخیر گزرے (درِ عدن)

غزل

مر کر بھی زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا
آنکھوں میں اشک، دِل میں قلق چھوڑ جاؤں گا

اصلاحِ حال کی کوئی صورت نہیں رہی
دُنیا میں فکر و رنج و قلق چھوڑ جاؤں گا

ہوتی رہے گی جس سے مزیّن کتابِ زیست
قربانیوں کے ایسے سبق چھوڑ جاؤں گا

ہنس کر سہوں گا وار ہر اِک شر پسند کا
تاریخ میں سُنہرے ورق چھوڑ جاؤں گا

اَوروں کے حق کا ذکر ہی کیا ہے سلیمؔ میں
ممکن ہوُا تو اپنا بھی حق چھوڑ جاؤں گا

سلیمؔ شاہجہانپوری

مجھے آپ کی تلاش ہے[1]

(مُرسلہ: مہتمم صاحب تربیت مجلس خدام الاحمدیہ - پاکستان)

جہاں نیکیوں کی ہو روشنی مجھے اُس جہاں کی تلاش ہے
اُسی سرزمیں کی ہے جُستجو۔ اُسی آسماں کی تلاش ہے

جسے حق کے بندوں سے پیار ہو جسے حق سے ہی سروکار ہو
جو غریب پر بھی ہو مہرباں۔ اُسی مہرباں کی تلاش ہے

جسے صاف گوئی عزیز ہو۔ جسے نیک و بد کی تمیز ہو
جسے صرف خوف خدا کا ہو۔ مجھے اُس جواں کی تلاش ہے

جو بُرائی پر نہ کرے نظر۔ کہے بات جو بھی ہو پُر اثر
اُسی خوش نظر کی ہے جُستجو۔ اُسی خوش بیاں کی تلاش ہے

جو خلوصِ دل سے بصد ادب۔ کرے اعتراف گناہ کا
جو زباں دراز نہ ہو کبھی۔ اُسی کم زباں کی تلاش ہے

جسے زورِ بازو پہ ناز ہو۔ جو متاعِ ناز و نیاز ہو
وہ جو آندھیوں کو بھی روک دے۔ مجھے اُس جواں کی تلاش ہے

وہ جو امن و عدل پسند ہے۔ مرا نُورِ دل بھی ہے۔ وہ جسے
کسی تیر ہی کی ہے جُستجو۔ نہ کسی کماں کی تلاش ہے

دلِ دشمناں کو جو کاٹ دے۔ دلِ دوستاں کو جو دے سکوں
مجھے رزم گاہِ حیات میں اُسی اِک سناں کی تلاش ہے

جو خدائے پاک کا نُور ہو۔ جسے زندگی کا شعور ہو
مجھے اُس جواں کی ہے آرزو۔ مجھے اُس جواں کی تلاش ہے

(بزمی)

(از رسالہ "خالد" نومبر ۱۹۷۱ء)

---

[1] اپنے آقا حضرت المصلح الموعودؓ کی طرف سے واقفینِ زندگی کے سلسلہ میں ایک مطالبہ "مجھے آپ کی تلاش ہے" پڑھ کر۔ (ثاقب)

قدرتِ ثانیہ کی حقیقت

(محترم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا۔ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (النور: ۵۶-۵۷)

سیدنا حضرت مصلح موعود نے تفسیر کبیر جلد اوّل میں عربی لغت کی کتاب اقرب الموارد کے حوالے سے "امام" اور "امامت" کے یہ معنی بیان فرمائے ہیں :-

"(۱) مَنْ يَخْلُفُ غَيْرَهٗ وَيَقُوْمُ مَقَامَهٗ
یعنی امام کے معنی ہیں کسی کا قائم مقام اور جانشین۔

(۲) اَلسُّلْطَانُ الْاَعْظَمُ۔ یعنی حاکمِ اعلیٰ اور شہنشاہ۔

(۳) وَفِي الشَّرْعِ الْاِمَامُ الَّذِيْ لَيْسَ فَوْقَهٗ اِمَامٌ۔ یعنی شرعی لحاظ سے امام کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ پیش رو اور حاکم جس کے اوپر اور کوئی حاکم نہ ہو۔

اور الخلافۃ کے معنی ہیں الامامۃ حکومت (۲) اَلنِّيَابَةُ عَنِ الْغَيْرِ اِمَّا لِغَيْبَةِ الْمَنُوْبِ عَنْهُ اَوْ لِمَوْتِهٖ اَوْ لِعَجْزِهٖ اَوْ لِتَشْرِيْفِ الْمُسْتَخْلَفِ۔ یعنی دوسرے کی نیابت کرنا "امامت" کہلاتا ہے خواہ وہ نیابت جس کی نیابت کی گئی ہو اس کی غیر حاضری کی وجہ سے ہو یا موت یا کام سے عجز کی وجہ سے ہو اور بعض اوقات یہ نیابت صرف عزت افزائی کے لئے ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو زمین پر "امام" بناتا ہے تو یہ صرف اُن کے اعزاز کی خاطر ہوتا ہے نہ کسی اور وجہ سے اور شرعی معنی خلافت کے امامت کے ہیں۔ (اقرب م)"

(تفسیر کبیر جلد اوّل جز اوّل ص ۲۷۳)

سیدنا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

"خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلّی طور پر رسول کے کمالات

اپنے اندر رکھتا ہو۔ اِس واسطے رسول کریمؐ نے نہ چاہا کہ ظالم بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ اطلاق ہو کیونکہ خلیفہ درحقیقت رسول کا ظلّ ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دُنیا کے وجودوں سے اشرف اور اولیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دُنیا کبھی بھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے۔"

(شہادت القرآن ص۵۷)

قرآن کریم میں اِس امر کو ایک نہایت لطیف تمثیل کے ذریعہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ سورہ نور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ - (سورہ نور ع۵)

یعنی اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس نور کے ظاہر ہونے کی مخصوص صورت یہ ہے کہ گویا ایک طاقچہ ہو جس میں ایک چراغ جل رہا ہو۔ وہ چراغ ایک چمنی کے اندر رہو۔ اِس تمثیل میں چراغ سے مراد اللہ تعالیٰ کا نور ہے چمنی سے مراد نبوّت ہے جس کے ذریعے خدائی نور نہایت چمک دمک کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ طاقچہ سے مراد وہ ریفلیکٹر (REFLECTOR) ہے جو چراغ نبوّت کے پیچھے ہمیشہ لگایا جاتا ہے یعنی خلافت۔ خلافت کے طاقچے یا ریفلیکٹر کے ذریعہ سے چراغِ نبوّت کی روشنی کو

" جب بھی انتخابِ "امامت" کا وقت آئے اور مقررہ طریق کے مطابق جو بھی "امام" چُنا جائے میں اس کو ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر اس قانون کے ماتحت وہ چُنا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ ہو گا اور جو بھی اس کے مقابل میں کھڑا ہو گا وہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو ذلیل کیا جائے گا اور تباہ کیا جائے گا ..... اگر دُنیا کی حکومتیں بھی اس سے ٹکر لیں گی تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔"

(تقریر حضرت مصلح موعود جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء)

بہت دُور تک ایک لمبے زمانے تک ممتد کیا جاتا ہے نیز جس طرح ریفلیکٹر روشنی کو ایک فوکس یعنی ایک نقطہ پر مرتکز کر کے اُس روشنی میں بے انتہا شدت، حدت اور طاقت پیدا کر دیتا ہے اِسی طرح خلافت موقع اور محل کے احکام صادر کر کے قوم کی تمام طاقتوں کو ایک نقطہ پر مرتکز کر کے ان میں بے انتہا طاقت اور قوّت پیدا کر دیتی ہے۔

خلافت کو دوسرے الفاظ میں نبی کی قومی زندگی سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ خلافت کا نظام نبوّت کیلئے ایک لازمی تتمہ اور ضمیمہ کے طور پر ہوتا ہے۔ رسالہ "الوصیت" میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود نے خلافت کو قدرتِ ثانیہ کے الفاظ سے یاد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہمیشہ سے خدا کی یہ سُنّت ہے کہ وہ دو قدرتیں دکھاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا كَانَتْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْهَا خِلَافَةٌ

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۹)

یعنی کبھی بھی دُنیا میں امر نبوت قائم نہیں ہوا کہ اس کے بعد نظامِ خلافت نہ جاری ہوا ہو۔

خلافت کے لئے قرآن کریم میں بنیادی آیت سورۂ نور کی آیتِ استخلاف ہے جس کا مضمون کے شروع میں ذکر کیا گیا ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں "کَمَا" کا لفظ بہت غور کے قابل ہے۔ اِس لفظِ کَمَا سے ظاہر ہے کہ اُمّت میں تمام وہ خلافتیں قائم کی جائیں گی جن کا قیام پہلی اُمتوں میں ہو چکا ہے۔

اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ خلافت کی وہ کون کونسی مختلف صورتیں اور اقسام ہیں جن کا قیام پہلی اُمّتوں میں ہوا ہے۔ اِس بارہ میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ

(المائدۃ: ۴۵)

یعنی یقیناً ہم نے تورات کو نازل کیا اس حالت میں کہ اُس میں ہدایت اور نور تھا۔ یہود کے لئے اس کے احکام کے مطابق ہی فیصلے کیا کرتے تھے۔ وہ نبی جو خدا تعالیٰ کے فرمانبردار تھے یعنی باوجود مستقل نبی ہونے کے وہ فرمانِ خداوندی کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کے خلفاء تھے اور اسی طرح ان کے اولیاء اور علماءِ ربانی بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے اِس وجہ سے کہ ان انبیاء، اولیاء اور علماءِ ربّانی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ کی کتاب تورات کی حفاظت کا کام سونپا گیا تھا اور وہ اُس پر نگران تھے۔

اِس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کی ماموریہ خلافت جس کو خلافتِ نبوّت بھی کہا جا سکتا ہے یہود میں رائج ہوئی اور غیر مامور خلافت اولیاء اور علماءِ ربّانی بھی جاری ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد زیادہ تر مامور خلافت ہی جاری ہوئی جیسا کہ حدیثِ نبوی میں ہے کہ

كَانَتْ بَنُوْا اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ ۔ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ ۔

یعنی بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کیا کرتے تھے جب کبھی کوئی نبی فوت ہوتا تو ایک نبی ہی اُس کا جانشین بنتا۔

بنی اسرائیل میں خلافتِ نبوت اِس لئے جاری ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں یہ قوم مِن حیث القوم اپنی سرکشیوں اور بغاوتوں کی وجہ سے اِس قابل نہ تھی کہ اُن میں خلافتِ راشدہ یا دوسرے لفظوں میں خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ جاری کی جائے جس میں سب مومنوں کو مِن حیث الجماعت حاملِ خلافت قرار دیا جاتا ہے اور خلیفۂ وقت اس جماعت میں بمنزلہ دل اور دماغ کے ہوتا ہے اور اسکی سربراہی کرتا ہے۔ گویا ذمہ داریوں میں شریک ہونے کے لحاظ سے سب مومن خلفاء ہوتے ہیں اور خلیفۂ وقت ان کا سربراہ اور واجب الاطاعت امام ہوتا ہے اور نظام کے لحاظ سے یہ خلافت شخصی ہوتی ہے اور نبی یا خلیفہ کی وفات پر اللہ تعالیٰ کی وحی خفی مومنوں

کے قلوب پر نازل ہوتی ہے اور وہ منظورِ خداوندی کا انتخاب ہی کرتے ہیں۔ اس طرح خلیفہ کا تقرر در اصل خدا تعالےٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔

دوسری قسم کی غیر ماموری خلافت جس میں خلافتِ راشدہ بھی آجاتی ہے اور خلافتِ اولیاء اور علماءِ ربّانی بھی۔ اسکی مثال گذشتہ امتوں میں وہ خلافت ہے جو بنی اسرائیل کے خاتم الخلفاء مسیح ناصری علیہ السلام کے بعد جاری ہوئی۔

خلافتِ راشدہ یا خلافت علیٰ منہاج النبوۃ نبی کے بعد قوم میں الٰہی انعام کے طور پر آتی ہے۔ یہ وہ اعلےٰ درجے کا طلائی تاج ہے جو اعلیٰ درجے کے ایمان اور اعمالِ صالحہ کے اعلیٰ ترین معیار قائم کرنے کی وجہ سے مومنوں کے سر پر رکھا جاتا ہے۔ مومنوں کی جماعت اس پاکیزہ آسمانی دودھ کی طرح ہوتی ہے جو نبوت کی چھاتیوں سے ٹپکتا ہے اور وحی خفی کی مدھانی جب انتخابِ خلافت کے موقع پر اس دودھ کو بلوتی ہے تو وہ مکھن یا بالائی جو اسکے اوپر بطور اس کے خلاصے کے نمودار ہوتی ہے اسے خلیفۂ وقت کہتے ہیں۔

انہی معنوں میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث فرمایا کرتے تھے کہ جماعت اور امام جماعت در اصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ قوم میں سے جو شخص بحیثیت مجموعی نبی کا ظلّ اور قوم میں اوّل نمبر پر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی وحی خفی اسی کا انتخاب کرواتی ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر قوم ایمان اور اعمالِ صالحہ کے بلند ترین معیار سے گر جائے یا خلافت کی کما حقّہٗ قدر نہ کرے تو پھر اللہ تعالیٰ اس انعام کو واپس لے سکتا ہے اس صورت میں پھر خلافتِ اولیاء و علماءِ ربّانی شروع ہوا کرتی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس سال کے بعد شاید خلافتِ راشدہ کی کما حقّہٗ قدر نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش خبری کے مطابق اس انعامِ خداوندی کو واپس لے لیا اور خلافتِ اولیاء و علماءِ ربّانی یا خلافتِ مجدّدین شروع ہوگئی۔ گویا خلافت روحانی شکل اختیار کر گئی اور اس کی شکل بدل گئی اور خدا تعالیٰ نے اپنے خلفاء کا انتخاب براہِ راست کرنا شروع کر دیا چنانچہ خلافتِ راشدہ کے بعد نام نہاد خلفاء یعنی ملوک بنی امیّہ اور ملوک بنی عباس حقیقی خلفاء نہیں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی خلفاء اور مجدّدین۔ در حقیقت اولیاء اور علماء ربّانی تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی مختلف رنگ کی خدمات لیں کسی سے فقہ کے میدان میں اور کسی سے حدیث کے میدان میں اور کسی سے امامت اور حکومت کے میدان میں۔

مجدّدین کے بارے میں حدیث نبوی ہے کہ:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَيَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا۔ (ابوداؤد)

یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ ہر صدی کے شروع میں یا اس میں فتن کی سربلندی کے وقت کسی ایسے شخص کو کھڑا کیا کریگا جو اس کے دین کو تمام غلطیوں اور بدعات کو دور کرکے پھر از سرِ نو تر و تازہ کر دیا کرے گا:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک صدی کے بعد اس مقصد کے لئے کوئی مہتم بالشان وجود ضرور بالضرور خدا تعالیٰ کی طرف سے کھڑا کیا جاتا ہے۔ ہاں صدی کے درمیان میں اور ساری صدی کے دوران بھی ایسے وجود ہو سکتے ہیں۔

یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ خلافتِ مجدّدیت یا خلافتِ

اولیاء و علماءِ ربّانی جاری تب ہوتی ہے جب خلافتِ راشدہ کے انعام سے کسی نہ کسی وجہ سے قوم محروم ہو جاتی ہے۔ اسلام میں خلیفۂ راشد نبی کی طرح ساری دُنیا کے لئے ایک ہی ہو گا مگر جب اللہ تعالیٰ اِس انعام کو واپس لے لے تو ہر ملک یا ہر قوم میں الگ الگ مجدّد ہو سکتے ہیں جن کا آپس میں کوئی رابطہ نہ ہو جیسے تیرھویں صدی میں ہمارے ملک میں سیّد احمد صاحب بریلوی ؒ اور نائیجیریا میں عثمان فودی ؒ بنے۔

اِس وقت اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے جماعتِ احمدیہ کو پھر امامت کے انعام سے نوازا ہے اور حضرت مسیح موعود کے ارشادات کے مطابق یہ "قدرتِ ثانیہ" قیامت تک ہمارے ساتھ رہے گی اور ایک صدی کے خاتمہ پر دوسری صدی کے شروع میں جو بھی خلیفۂ وقت ہو گا وہی دین کی تجدید کے فرائض بھی ادا کرے گا جیسا کہ اِس وقت ہمارے امام ہُمام سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کر رہے ہیں۔

خلیفہ کا کام تجدیدِ دین کرنا بھی ہے جیسا کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

> "خلیفہ کے معنی جانشین کے ہیں جو تجدید دین کرے۔ نبیوں کے زمانے کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی ہے اُس کو دُور کرنے کے واسطے جو اُن کی جگہ آتے ہیں اُن کو خلیفہ کہتے ہیں۔"
>
> (ملفوظات جلد ۴ صـ ۳۸۳)

مجدّدیت کے بارے میں یاد رکھنا چاہیئے کہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ مجدّد کو بطور اصطلاح کے بیان نہیں فرمایا کہ ہر صدی کے سر پر مجدّد آیا کرے گا بلکہ فرمایا کہ ہر صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا شخص کھڑا کیا جائے گا جو دین کی تجدید

کوئی بدخواہ اب اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا

"ربوہ کی ایک ایک گلی گواہ ہے بڑے سے بڑا ابتلاء آیا اور گزر گیا اور جماعت کو کوئی زخم نہیں پہنچا سکا اور جماعت بڑی قوّت سے خلافت کے اتحاد پر قائم رہی۔

حضور نے فرمایا یہ وہ آخری بڑے سے بڑا ابتلاء تھا جس کا جماعت نے بڑی کامیابی سے مقابلہ کیا آئندہ انشاء اللہ خلافتِ احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو گا۔ جماعت اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ چکی ہے۔ کوئی بدخواہ اب خلافت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا اور جماعت اِس شان سے ترقی کرے گی خدا کا یہ وعدہ پُورا ہو گا کہ کم از کم ایک ہزار سال تک جماعت میں خلافت قائم رہے گی

حضور نے فرمایا دعائیں کریں اللہ کی حمد کے گیت گائیں اور دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ آخری سانس تک راضی رہے اور جب ہم مریں تو وہ ہم پر محبّت کی نظر ڈال رہا ہو۔"

(اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع بحوالہ الفضل ۲۰ جون ۱۹۸۲ء)

کرے گا۔ اگر وہ نبی ہو گا تو سب مجدّدین سے بڑھ کر تجدید دین کرے گا اگر خلیفۂ راشد ہو گا تو وہ بھی یہ فریضہ بجا لائے گا اور ایک عام مجدد سے بڑھ کر ایسا کرے گا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں :-

آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا خلیفہ کی موجودگی میں مجدد آ سکتا ہے آپ نے جواب دیا:
"خلیفہ تو خود مجدد سے بڑا ہوتا ہے اور اس کا کام ہی احکامِ شریعت کو نافذ کرنا اور دین کو قائم کرنا ہوتا ہے پھر اس کی موجودگی میں مجدد کس طرح آ سکتا ہے مجدد تو اس وقت آیا کرتا ہے جب دین میں بگاڑ پیدا ہو جائے۔"
(الفضل ۸ اپریل ۱۹۴۷ء صہ کالم ۴)

اِس جگہ حضرت مصلح موعود نے صرف اصطلاحی مجدد کے آنے کی نفی کی ہے۔ حدیثِ نبوی کے مطابق جو امام بھی جماعتِ احمدیہ میں صدی کے سر پر ہو گا وہ تجدید دین کا کام بدرجہ اولیٰ کرے گا۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں۔ چونکہ یہ آخری ہزار ہے اس لئے ضرور تھا کہ امام الزمان اس کے سر پر پیدا ہو اور اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اس کے لئے بطور ظل کے ہو کیونکہ اِس ہزار میں اب دُنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجددِ صدی بھی ہے اور مجدد الف آخر

بھی۔" (لیکچر سیالکوٹ صہ)

اُمّتِ مسلمہ میں بموجب آیت استخلاف در سورۂ نور ان تمام اقسامِ خلافت نے جاری ہونا تھا جو پہلی اُمّتوں میں جاری ہوئیں۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ "کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ" کے مطابق یہ سب اقسامِ خلافت جاری ہوئیں۔ خلافتِ حکومت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں ہی آ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافتِ راشدہ یا خلافت علیٰ منہاجِ نبوّت کا تیس سالہ دَور آیا پھر خلافتِ علماءِ ربانی، مجدّدین اور اولیاء شروع ہوئی اور تیرہ سَو سال گذرنے کے بعد خلافتِ نبوّت آئی یعنی مسیح موعود مبعوث ہوئے جنہیں مسلم شریف کی حدیث نواس بن سمعان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مرتبہ نبی اللہ کے خطاب سے یاد کیا ہے۔ اگر اُمّتِ مسلمہ میں خلافتِ نبوّت کی ایک مثال بھی قائم نہ ہوتی تو آیتِ استخلاف کا وعدہ پورا نہ ہوتا۔ اِس کے بعد پھر قدرتِ ثانیہ کا دَور شروع ہوا ہے جس کا دامن قیامت تک وسیع ہے۔

آخر میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود کے تین ضروری حوالے مزید پیش کر کے اِس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔
حضور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت یعنی قرآن کریم پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"ایک شریعتِ موسویہ دوسری شریعتِ محمدیہ اور اِن دونوں سلسلوں میں تیرہ تیرہ خلیفے مقرر کئے ہیں۔"
(تحفہ گولڑویہ صہ ۶۳۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صہ ۱۹۲)

نیز فرماتے ہیں :-

"اور پھر خدا نے محمدی سلسلہ کے خلیفوں کو موسوی سلسلہ کے خلیفوں سے مشابہت دیکر صاف طور پر سمجھا دیا ہے کہ اس سلسلہ کے آخر میں بھی ایک مسیح ہے اور درمیان میں بارہ خلیفے ہیں تا موسوی سلسلہ کے مقابل پر اس جگہ بھی چودھواں کا عدد پورا ہو۔"

(تحفہ گولڑویہ طبع اوّل صفحہ ۲۳)

اسی طرح فرماتے ہیں:۔

"یعنی سلسلۂ استخلاف محمدیہ کا آخری خلیفہ جس کا نام مسیح موعود اور مہدی معہود ہے۔ ظاہر ہو جائے اور وہ آیت یہ ہے وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ یعنی وہ آخری زمانہ جس سے رسولوں کے عدد کی تعیین ہو جائیگی یعنی آخری خلیفہ کے ظہور سے قضاً و قدر کا اندازہ جو مرسلین کی تعداد کی نسبت مخفی تھا ظہور میں آجائے گا ..... اور اس جگہ خلفاء سلسلہ محمدیہ کی تعیین مطلوب ہے ..... گویا یوں فرماتا ہے وَ اِذَا الْخُلَفَاءُ بُیِّنَ تَعْدَادُھُمْ وَحُدِّدَ عَدَدُھُمْ بِخَلِیْفَةٍ ھُوَ اٰخِرُ الْخُلَفَاءِ الَّذِیْ ھُوَ الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ فَاِنَّ اٰخِرَ کُلِّ شَیْءٍ یُعَیِّنُ مِقْدَارَ ذٰلِکَ الشَّیْءِ وَ تَعْدَادَہٗ۔ فَھٰذَا ھُوَ الْمَعْنٰی وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۱ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۴۴، ۲۴۵)

اِن حوالہ جات سے اظہر من الشمس ہے کہ دُنیا کے اس آخری ہزار سالہ دَور میں مسیح موعود ہی مجدّد ہیں اور ہر صدی کے بعد حضور ہی اپنے ظِلّ خلیفۃ المسیح کے وجود میں دین کی تجدید کیا کریں گے اور قدرتِ ثانیہ یا تجدیدِ دین کا یہ سلسلہ قیامت تک انشاء اللہ جاری رہے گا۔

وَاٰخِرُ کَلِمِنَا حَمْدٌ وَّ شُکْرٌ
لِرَبٍّ مُّحْسِنٍ ذِی الْاِمْتِنَانِ

مثالی خادم

— اگر آپ پنجگانہ نماز کا التزام کرتے ہیں۔
— اگر آپ روزانہ تلاوتِ قرآن کریم کرتے ہیں۔
— اگر آپ مجلس خدام الاحمدیہ کے اجلاسات اور کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے ہیں۔
— اگر آپ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دعائیہ خط لکھتے رہتے ہیں۔
— اگر آپ حضور ایدہ اللہ کے فرمودہ پانچ بنیادی اخلاق پر عمل پیرا ہو رہے ہیں ———
— تو آپ ایک مثالی خادم ہیں۔

(مہتمم تربیت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

آپ کی رائے

معزّز قارئین! آپ رسالہ "خالد" پڑھتے ہیں آپ کی رائے میں "خالد" میں کیا کچھ ہونا چاہیئے۔ مضامین کون سے آپ پسند کرتے ہیں۔

کیا آپ ہمیں اپنی پسند سے آگاہ فرمائیں گے؟ ہم اور "خالد" کے صفحات آپکی رائے کے منتظر ہیں ——— شکریہ

(مدیر)

غزل

لیتا ہے میرا نام کسی نام سے تو کیا ؟
اُس نے مجھے پکارا جو دشنام سے تو کیا ؟

وہ اوچھی حرکتوں سے بھلا باز آئیں گے ؟
کچھ نام ہو گیا ہوئے بدنام سے تو کیا ؟

دشمن کو خود نمائی کا کچھ ایسا شوق تھا
واہ واہ تو ہو گئی ہے گئے کام سے تو کیا ؟

کچھ بوکھلا کے مجھ کو ہی ہمراز کر لیا
یوں سارا پول کھل گیا پیغام سے تو کیا ؟

مطلوب تھا کہ نام تیرا[1] آئے میرے ساتھ
بدنام ہو گئے ہیں اس الزام سے تو کیا ؟

سب کی نظر لگی تھی بڑی دیر سے ادھر
پالا جو پڑ گیا غم و آلام سے تو کیا ؟

جلنا جو ٹھہرا شرط تو شب ہو کہ شام ہو
جلنے لگے چراغ سرِ شام سے تو کیا ؟

ہم آزمائشوں کی کڑی دھوپ جھیل کر
پل بھر کو سو گئے ہیں جو آرام سے تو کیا ؟

تلچھٹ بچا کے رکھی ہے تیرے ہی واسطے
دو گھونٹ پی لئے ہیں ترے جام سے تو کیا ؟

اونچی اڑان والے کبھی دیکھتے نہیں
دانہ پکارتا ہے تہہِ دام سے تو کیا ؟

کس تھوڑی دیر بعد مرے ساتھ ہوں گے سب
نظّارہ کر رہے ہیں لبِ بام سے تو کیا ؟

سب کو ہی کودنا ہے مرے ساتھ آگ میں
عظمت گذر رہی ہے جو آرام سے تو کیا ؟

(ڈاکٹر فہمیدہ منیر)

[1] پیارے آقا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

تعارف کتب

منصب خلافت

شعبۂ تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی طرف سے ماہ مئی ۱۹۹۰ء میں مطالعہ کے لئے حضرت مصلح موعود کی کتاب "منصب خلافت" مقرر ہے۔ قارئین خالد کی سہولت کے پیش نظر اس کتاب کا خلاصہ اور اہم سوالات پیش خدمت ہیں۔

سن تصنیف: حضرت مصلح موعود نے ۱۲/اپریل ۱۹۱۴ء کو تقریر کی صورت میں پیش فرمائی۔

صفحات:- (چھوٹا سائز) ۱۱۳۔

حضرت مصلح موعود کے حکم پر ۱۲/اپریل ۱۹۱۴ء کو قادیان میں سلسلہ احمدیہ کی ضروریات پر غور کرنے اور درپیش مسائل کا حل سوچنے کے لئے ایک جلسہ کا انعقاد کیا گیا جس میں پنجاب اور ہندوستان کی جماعتوں کی طرف سے نمائندگان نے شمولیت اختیار کی۔

اس جلسہ میں حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ نے جو تقریر ارشاد فرمائی وہ "منصب خلافت" کے نام سے شائع ہوئی۔ اس میں حضور نے سورہ بقرہ کی آیت ۱۳۰

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اور اے ہمارے رب (ہماری یہ بھی التجا ہے کہ) تو انہی میں سے ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے۔ یقیناً تو ہی غالب (اور) حکمتوں والا ہے۔

کی پُر معارف تفسیر کرتے ہوئے نبی اور اس کے جانشین کے کاموں کی تفصیل بیان فرمائی اور بتایا کہ ان کا پہلا کام ۱۔ تبلیغ الحق اور دعوت الی الخیر ۲۔ دوسرا شریعت سکھانا، فرائض کی تعلیم دینا۔ ۳۔ تیسرا حکمت کی تعلیم دینا ۴۔ چوتھا لوگوں کے تزکیہ کے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنا۔ ۵۔ پانچواں ترقی ایمان۔ ۶۔ چھٹا تعلیم قرآن یعنی قرآن شریف پر عمل کرانا۔ ۷۔ ساتواں احکام شرائع کے اسرار سے آگاہ کرنا اور ۸۔ آٹھواں جماعت کی ترقی کے لئے کوشاں رہنا ہوتا ہے۔

پھر آپ نے حضرت امام جماعت احمدیہ اول کی اپنے جانشین کے لئے وصیت میں مندرج شرائط کو اسی آیت کی تشریح قرار دیتے ہوئے اپنی جانشینی کی حقانیت ثابت فرمائی۔

● آپ نے اس آیت کو سورہ بقرہ کی کلید قرار دیا اور اس آیت سے ساری سورہ بقرہ کی ترتیب بیان

فرمائی ہے۔

● حضور نے اِس جلسہ کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے جو کام میرے ذمّہ لگائے ہیں ان کے لئے آپ سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں کیونکہ خدا تعالیٰ نے مشورہ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اِس سلسلہ میں آپ نے سورہ آلِ عمران کی آیت ۱۶۰ پیش فرمائی۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ۔

اور حکومت (کے معاملات) میں اُن سے مشورہ (لیا) کر۔ پھر جب تُو (کسی بات کا) پختہ ارادہ کرلے تو اللہ پر توکّل کر۔ اللہ توکّل کرنے والوں سے یقیناً محبّت کرتا ہے۔

بعد ازاں حضور پُرنور نے "انجمن" اور "امام" کے متعلق بحث کرتے ہوئے "امام" پر ہونے والے اعتراضات کا جواب دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے بعد "امام" کے جانشین ہونے کی خبر دی ہے۔ اسی طرح آپ نے "امام" کی مجلسِ شوریٰ کی اہمیّت بیان فرمائی اور مشورہ کے قبول ہونے یا رَدّ کرنے کا استدلال قرآن کریم سے پیش فرمایا ہے اور سورہ آلِ عمران کی آیت ۱۶۰ سے ثابت فرمایا ہے کہ مشورہ لینے والا ایک وجود ہونا چاہیئے جبکہ مشورہ دینے والے دَو سے زائد ہونے چاہئیں۔ اِس ضمن میں ہونے والے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ

"کہتے ہیں شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے خلافت کہاں سے نکل آئی لیکن یہ لوگ یاد رکھیں کہ حضرت ابوبکرؓ پر جب زکوٰۃ کے متعلق اعتراض ہوا تو وہ بھی اسی رنگ کا تھا کہ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے اب وہ رہے نہیں اور کسی کا حق نہیں کہ زکوٰۃ وصول کرے۔ جسے لینے کا حکم تھا وہ فوت ہوگیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہی جواب دیا کہ اب مَیں مخاطب ہوں۔ اسی کا ہم آہنگ ہو کر اپنے معترض کو کہتا ہوں کہ اب مَیں مخاطب ہوں اگر اُس وقت یہ جواب سچّا تھا اور ضرور سچّا تھا تو یہ بھی درست ہے جو مَیں کہتا ہوں۔ اگر تمہارا اعتراض درست ہو تو اس پر قرآن مجید سے بہت سے احکام تم کو نکال دینے پڑیں گے

"مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ کام سیکرٹری کا ہے ہی نہیں اور نہ کوئی سیکرٹری کہہ سکتا ہے کہ مَیں دعائیں کرتا ہوں جھوٹا ہے جو کہتا ہے کہ انجمن اِس کام کو کرسکتی ہے۔ مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کوئی سیکرٹری یہ کام نہیں کرسکتا اور کوئی انجمن نبی کے کام نہیں کرسکتی۔ اگر انجمنیں یہ کام کر سکتیں تو خدا تعالیٰ دُنیا میں مامور اور مُرسل نہ بھیجتا بلکہ اس کی جگہ انجمنیں بناتا مگر کسی ایک انجمن کا پتہ دو جس نے کہا ہو کہ خدا نے ہمیں مامور کیا ہے۔" ("منصبِ خلافت" صہ۲۱)

اور یہ کھُلی کھُلی ضلالت ہے۔" (صفحہ ۹۰، ۹۱)

حضور نے اپنی چھوٹی عمر پر کئے جانے والے اعتراض کا جواب صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے دیتے ہوئے فرمایا:۔

"کوفہ والے بڑی شرارت کرتے تھے۔ جس گورنر کو وہاں بھیجا جاتا وہ چند روز کے بعد اس کی شکائتیں کر کے اس کو واپس کرا دیتے ..... آخر جب اُن کی شرارتیں حد سے گذرنے لگیں تو حضرت عمرؓ نے ایک گورنر جن کا نام غالباً ابن ابی لیلیٰ تھا اور جن کی عمر انیس برس کی تھی کوفہ میں بھیجا۔ جس وقت یہ وہاں پہنچے تو وہ لوگ لگے چہ میگوئیاں کرنے کہ عمرؓ کی عقل (نعوذ باللہ) ماری گئی جو ایک لڑکے کو گورنر کر دیا اور انہوں نے تجویز کی گربہ کشتن روزِ اوّل پہلے ہی دن اس گورنر کو ڈانٹنا چاہیئے اور انہوں نے مشورہ کر کے یہ تجویز کی کہ پہلے ہی دن اس سے اس کی عمر پوچھی جائے۔ جب دربار ہوا تو ایک شخص بڑی متین شکل بنا کر آگے بڑھا اور بڑھ کر کہا کہ حضرت آپ کی عمر کیا ہے؟ ابنِ ابی لیلیٰ نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہؓ کے لشکر پر اسامہ کو افسر بنا کر شام کی طرف بھیجا تو جو اس وقت ان کی عمر تھی اس سے میں دو سال بڑا ہوں..... کوفہ والوں نے جب یہ جواب سُنا تو خاموش ہو گئے اور کہا کہ اسکے زمانہ میں شور نہ کرنا۔ اس سے یہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ چھوٹی عمر والے کی بھی اطاعت ہی کرنی

"پس آپ وہ قوم ہیں جس کو خدا نے چُن لیا اور یہ میری دعاؤں کا ایک ثمرہ ہے جو اس نے مجھے دکھایا۔ اس کو دیکھ کر میں یقین رکھتا ہوں کہ باقی ضروری سامان بھی وہ آپ ہی کرے گا اور ان بشارتوں کو عملی رنگ میں دکھا دے گا اور اب میں یقین رکھتا ہوں کہ دُنیا کو ہدایت میرے ہی ذریعہ ہوگی اور قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ گزرے گا جس میں میرے شاگرد نہ ہوں گے کیونکہ آپ لوگ جو کام کریں گے وہ میرا ہی کام ہوگا۔" ("منصبِ خلافت" صفحہ ۳۳)

جب وہ امیر ہو۔ حضرت عمرؓ جیسے انسان کو سترہ سال کے نوجوان اسامہ کے ماتحت کر دیا گیا تھا۔ میں بھی اسی رنگ میں جواب دیتا ہوں کہ میری عمر تو ابن لیلیٰ سے بھی سات برس زیادہ ہے۔" (صفحہ ۸۹، ۹۰)

اس کے بعد حضور نوّر اللہ مرقدہٗ نے آیتِ استخلاف کی تفسیر بیان فرمائی اور اس سورۃ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اس لئے وہ کسی سے نہیں ڈرتا۔ کوئی نہیں جو اُسے مٹا سکے۔

اہم سوالات

۱۔ انبیاء اور ان کے جانشینوں کے کاموں کی تفصیل

بیان کریں ؟

۲ - سورہ بقرہ کی کلید کون سی آیت ہے اور اس کی روشنی میں سورہ بقرہ کی ترتیب بیان کریں ؟

۳ - "امام" کے مقابل پر انجمن کا کیا مقام ہے ؟

۴ - کیا "امام" کے لئے ضروری ہے کہ اگر مشورہ لے تو اسے ماننے بھی۔ اس آیت میں مندرج قرآنی آیت کی روشنی میں جواب دیں ؟

۵ - آیتِ استخلاف کی تفسیر کرتے ہوئے ثابت کریں کہ "امام" خدا بناتا ہے۔

۶ - یہ جلسہ کب اور کس غرض کے لئے ہوا ؟

(مرتبہ : ظہیر احمد خاں تسنیم)

بے اختیاری

حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب کی رحلت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بڑے ہی شدتِ جذبات کے ساتھ فرمایا :

"اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ ایسی حالت میں لے کے جائیے کہ کم سے کم تکلیف کی خبریں ملیں ..... دعا کریں کہ کم سے کم لوگ ، اگر فوت ہونا کسی کا مقدر بھی ہے تو کم سے کم لوگ ، اس عرصے میں وفات پائیں !"

خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ خدا کرے کہ کسی ہجر زدہ کی تڑپ کسی "غریب الوطن" کو پھر نہ تڑپائے۔

خدا کرے کہ اُسی کے خاص فضل سے ہمیں اس کی توفیق عطا ہو ورنہ تو محبتوں کے ان پاک جذبوں میں ـــــ بے بسی ہی بے بسی ہے ، بے اختیاری ہی بے اختیاری ہے۔

شکیب و صبر کے سب مرحلے گزار چلے
ترے فراق میں جو اپنی جان ہار چلے
قسم خدا کی تڑپ کے نہ تم کو تڑپائیں
جو ان کا عمرِ گریزاں پہ اختیار چلے

(مبشر احمد محمود)

؏ گاہے گاہے باز خواں ......

ذیل میں حضرت امام جماعتِ احمدیہ الاوّل حضرت مولانا نور الدین صاحب کی سیرت کے کچھ واقعات پیشِ خدمت ہیں۔ یہ واقعات ایک مجلس میں رفیق حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ حضرت مولوی محمد حسین صاحب نے سُنائے تھے جو کہ اِن واقعات کے ایک چشم دید گواہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہ واقعات لکھ کر دوبارہ حضرت مولوی صاحب کو سُنائے گئے اور آپ نے اپنے دستِ مبارک سے دستخط فرمائے کہ "یہ واقعات درست ہیں اور مَیں نے ہی لکھوائے ہیں"۔

ہم مکرم وسیم احمد صاحب سبروعہ کے بھی مشکور ہیں کہ جنہوں نے انتہی کاوش سے یہ واقعات لکھے اور پھر ہمیں بھجوائے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔ نیز دُعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولوی صاحب کی عمر میں غیر معمولی برکت ڈالے۔ آمین۔

جس وقت حضرت مسیح موعود لاہور میں تھے خاکسار قادیان میں تھا۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو چار بجے سہ پہر کے قریب لاہور سے تار آئی کہ حضرت مسیح موعود وفات پا گئے ہیں۔ قادیان میں تار گھر نہیں تھا اس لئے شُبہ پیدا ہوا کہ یہ خبر کسی مخالف نے نہ اُڑائی ہو کیونکہ حضور تو ان دنوں لاہور میں تھے اس لئے دو آدمی بٹالہ بھیجے گئے کہ وہاں سے تار دیکر صحیح اطلاع معلوم کریں۔ چنانچہ جب لاہور سے پتہ کروایا گیا تو معلوم ہوا اطلاع درست ہے ہم بذریعہ ریل کل صبح ۹ بجے نعشِ مبارک کو لے کر قادیان پہنچ جائیں گے۔ حضور کی بیماری ایسی خطرناک نہ تھی۔ اِتنی اُداسی چھاگئی کہ کھانے پینے کی ہوش کسی کو نہ رہی۔

دوسرے دن ساڑھے نو بجے کے قریب قادیان میت پہنچ گئی۔ حضرت مسیح موعود کے باغ کے دو حصے تھے آدھا حصہ مرزا سلطان احمد صاحب کا تھا آگے آدھا حضرت صاحب کا تھا۔ اس حصہ میں جو حضرت صاحب کا تھا ایک شاہ نشین بنایا گیا تھا جب حضور باغ میں جاتے تو وہاں بیٹھ کر آرام فرماتے تھے باقی لوگ قریب بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اس شاہ نشین کے پاس حضور کی چارپائی (جس پر آپ کا وجود تھا) رکھ دی گئی۔

وفات کی اطلاع جیسے جیسے لوگوں کو ہوئی لوگ اکٹھے ہونے شروع ہو گئے۔ جالندھر، لدھیانہ، سیالکوٹ دیہاتوں میں جہاں بھی اطلاع پہنچی لوگ جمع ہوتے گئے۔ ہندو، سکھ غیر از جماعت بھی کافی تعداد میں جمع ہو گئے۔ اس باغ میں ایک وسیع مکان تھا جس کا ایک دروازہ

مشرق کو تھا اور دوسرے حصے کا جنوب کی طرف جدھر بہشتی مقبرہ تھا۔ اس مکان کے صحن میں حضور کی میّت مبارک رکھ دی گئی مشرقی دروازہ سے لوگ اندر داخل ہوتے حضور کا چہرۂ مبارک دیکھتے اور جنوب کی طرف نکل جاتے۔ مَیں نے خود بھی چہرہ دیکھا ایسے لگتا کہ حضور ابھی اُٹھ کر بیٹھ جائیں گے چمکدار چہرہ تھا آپ کی وفات کے بعد کوئی تبدیلی نہ آئی۔ جب سب لوگ آپ کا چہرۂ مبارک دیکھ چکے تو چارپائی وہاں سے اُٹھا کر بہشتی مقبرہ میں لیجائی گئی۔ وہاں جماعت کے سب دوست اکٹھے ہوئے۔ سب احباب کی موجودگی میں جن میں مولوی محمد علی صاحب، ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب، سیّد محمد حسین صاحب قریشی بھی شامل تھے خواجہ کمال الدین صاحب نے اعلان کیا کہ حضرت حاجی الحرمین مولانا نورالدین صاحب کو رسالہ الوصیّت کے مطابق حضور کا جانشین مقرر کیا جاتا ہے۔ سب احباب نے رضامندی کا اظہار کیا۔ خواجہ صاحب نے مزید کہا اب حضرت مولوی صاحب کا اسی طرح حکم ماننا ہمارے لئے ضروری ہوگا جیسا کہ حضرت مسیح موعود کا حکم ماننا ہمارے لئے ضروری تھا اب دوستوں کو بیعت کر لینا چاہیئے۔

حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ تشریف لائیں اور امام ہونے کی حیثیت میں جماعت کی بیعت لیں۔ اِس پر حضور اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور مختصر سی تقریر فرمائی اور اس کے بعد بیعت ہوئی ہم سب لوگوں نے بیعت کی اور پھر حضور نے جنازہ پڑھایا۔ جنازہ کے بعد بہت تھوڑا دن رہ گیا تھا جبکہ حضور کو بغیر صندوق کے دفن کیا گیا۔ ہندو سکھ کہتے تھے کہ قادیان کی برکت اُٹھ گئی۔

حضور باوجود "امام" ہونے کے اپنے مطب پر بیٹھ کر مریضوں کو دیکھتے تھے اور دوائی تجویز کر کے نسخہ لکھ دیتے تھے پھر دو کمپوڈر آپ کے پاس تھے جو نسخے کے مطابق مریضوں کو دوائیاں دیتے تھے ان کے نام یہ تھے مولوی غلام محمد صاحب امرتسری اور مولوی قطب الدّین صاحب بدوملہی۔

ایک دن جبکہ مَیں حضور کے پاس بیٹھا تھا اور کسی کیلئے دوائی لینے گیا تھا تو ایک عورت اپنی بچی کو لے کر آئی اور مولوی صاحب کو دکھایا آپ نے نسخہ لکھ دیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ اس کو دُودھ اور چاول کھانے کے لئے دینا۔ وہ بی بی بولی کہ مولوی صاحب مَیں غریب عورت ہوں مَیں نے چاول کہاں سے لینے ہیں اور دُودھ کہاں سے حاصل کرنا ہے۔ مولوی صاحب جہاں بیٹھے ہوئے تھے اُس دری کا پلّو اُٹھایا وہاں سے ایک چونّی نکالی اور اس کو دے دی کہ لو مائی اِس سے چاول بھی لے لینا دُودھ اور کھانڈ بھی لے لینا۔ اس عورت کو دوائی بھی فری دے دی تب وہ چلی گئی۔

اِسی طرح ایک اَور موقع پر مَیں حضور کے پاس دوائی لینے گیا تھا اور وہیں بیٹھا ہوا تھا اور بہت سی عورتیں بیمار بچوں کو لے کر بیٹھی ہوئی تھیں تو اسی دَوران چار شخص جن میں سے ۲ ڈپٹی کمشنر اور ۲ افسر مال تھے مطب پر آئے وہ بٹالہ سے ٹانگہ کے ذریعہ آئے تھے مطب میں داخل ہونے کے بعد وہ اندر ہی کھڑے ہو گئے۔ آپ چونکہ ان غریبوں کو نسخے لکھ کر دے رہے تھے وہ بیچارے قریباً پندرہ بیس منٹ کھڑے رہے۔ حضور غریبوں کو جب نسخے دے چکے تو ان چاروں کو ایک نظر سے دیکھا۔ انہوں نے عرض کی کہ جناب ہم لاہور سے آئے ہیں اور اسی اسی عہدے پر کام کرتے ہیں آپ ذرا ہمیں بھی دیکھ لیں کیونکہ ہمارا تانگہ کھڑا ہے ابھی ہمیں واپس جانا ہے۔ آپ نے چار نسخے جو پہلے ہی لکھ لئے تھے ان چاروں کو پکڑا دئے

(صرف ایک نظر سے حضور نے سب کی بیماری پہچان لی) وہ حیران ہو گئے کہ مولوی صاحب آپ نے ہمیں پوچھا تو کچھ نہیں اور نسخے لکھ دیئے۔ آپ نے فرمایا آپ کی بیماریاں میرے سامنے آگئی ہیں میں نے نسخے لکھ دیئے ہیں ان کو ضرور استعمال کرنا اگر کوئی کسر رہ جائے تو مجھے اطلاع دینا تاکہ دوائی بدلائی جاسکے۔ وہ سب حیران تھے۔ بیماریاں واقعی وہی تھیں جو حضور نے بتائی تھیں۔ ان چاروں نے دو سَو روپے آپ کی خدمت میں پیش کئے حضور نے پکڑ لئے اور دری کے نیچے رکھ لئے۔

جب سب کو دوائی دے چکے تو آپ نے مولوی غلام محمد کو بلایا (جو کمپوڈر تھے) کہ حافظ معین الدین کہاں ہے یہ پچیس روپے اس کو دے دو۔ اس طرح کوئی ڈیڑھ سَو کے قریب میرے سامنے ہی تقسیم کر دیا۔ اسی طرح آپ کہتے تھے کہ یہ فلاں غریب کو یہ فلاں غریب کو دے دو اور کہا کہ گھر سے پوچھو رات کو کس کس سَودے کی ضرورت ہے تاکہ وہ منگوا لیا جائے۔

یہ واقعات سُناتے ہوئے حضرت مولوی محمد حسین صاحب نے فرمایا کہ یہ تمام واقعات میری موجودگی میں ہوئے کسی سُنی ہوئی بات کو میں بیان نہیں کر رہا۔ ایک اور واقعہ آپ نے یوں بیان کیا:

ایک کھتری ہندو کرم چند نامی تھا اس نے اپنا بچہ گود میں اُٹھایا ہوا تھا اور مولوی صاحب کے پاس آیا۔ وہ آپ کا بڑا عاشق تھا اپنی بیوی کے لئے دوائی لینے آیا تھا اس نے کہا مولوی صاحب آپ کہتے ہیں کہ "دینِ حق" شرک سے روکتا ہے مگر مکہ میں جا کر حجرِ اسود کا بوسہ لیتے ہیں کیا یہ شرک نہیں ہے؟

آپ نے بڑی سنجیدگی سے اس کو کہا کہ کرم چند کبھی اپنی بیوی کا بوسہ لیا ہے۔ اس کو خدا سمجھ کر لیا یا کسی پیار کی وجہ سے؟ تو بوسہ لینے سے شرک کیسے ہو گیا۔ وہ خدا کے ایک بہت بڑے پیارے کے ہاتھ کا رکھا ہوا پتھر ہے اس پیار کی وجہ سے ہم لوگ بوسہ لیتے ہیں (آپ نے دو تین حج بھی کئے ہوئے تھے) اس پر وہ کہنے لگا مولوی صاحب میں سمجھ گیا وہ شرک نہیں پیار کا اظہار ہے۔

حضرت مولوی صاحب نے حضرت امام جماعتِ احمدیہ الاوّل کے درسوں کے بارے میں بتایا کہ حضور فجر کی نماز کے بعد اپنے گھر میں حدیث کا درس دیتے تھے۔ عصر کی نماز کے بعد قرآن کا درس دیتے تھے۔ قرآن کا درس بیتِ اقصیٰ قادیان میں دیتے۔ اس میں شہتوت کا درخت ہوتا تھا اس کے ساتھ سہارا لے کر آپ کھڑے ہوتے ہم لوگ مربع کی شکل میں بیٹھتے۔ مستورات کا "البیت" میں انتظام نہیں تھا البتہ حدیث کے درس میں بعض شامل ہو جاتی تھیں۔

پھر ایک دفعہ اپنے بیٹے کو عشاء کے بعد پڑھانا شروع کیا تو ہم بھی اس میں شامل ہو جاتے تھے (حضور کے بیٹے کا نام عبدالحی تھا)۔

ایک دفعہ میرے والد صاحب (میاں محمد بخش ٹھیکیدار) نے کہا کہ مولوی صاحب کے پاس جاؤ اور ان کی دعوت کر آؤ کہ عصر اور مغرب کے درمیان آپ کی دعوت ہے اور پچاس آدمی حضور کے ساتھ دعوت میں شریک ہوں۔ میں نے جا کر حضور کو بتایا فرمانے لگے یہ نورالدین کی ڈیوٹی ہے کہ لوگوں کو تیار کرے۔ آپ نے کسی سے کچھ نہ کہا عصر کی نماز پڑھائی تو اُس وقت اعلان کیا کہ میری دعوت ہے اور پچاس آدمی بلوائے ہیں ان کی بھی دعوت ہے میں اب وہاں جا رہا ہوں۔ لوگ ساتھ چل پڑے۔ میں ان کے ساتھ ہی تھا جس وقت ہمارے گھر کے دروازے کے قریب

پہنچے حضور دروازے کے پاس کھڑے ہو گئے جو آدمی اندر جاتے تھے حضور انہیں گنتے گئے ایک، دو، تین، چار ــــ جب تعداد ۴۹ ہو گئی تو باقی ۱۵ آدمی بچ گئے حضور سمیت پچاس پورے ہو گئے آپ نے باقیوں کو السلام علیکم کہا اور اندر تشریف لے آئے۔ مَیں نے آکر والد صاحب کو بتایا کہ ۱۵ آدمی واپس چلے گئے ہیں۔ والد صاحب نے فرمایا بھاگ کر جاؤ اور انہیں واپس لے کر آؤ چنانچہ مَیں گیا اور ان سب کو واپس لے آیا۔ ہم نے گھر پہ دیگ پکائی تھی جو ۸۰، ۹۰ آدمیوں کے لئے کافی تھی۔ چونکہ حضرت امام جماعتِ احمدیہ اوّل کے دانت نہیں تھے آپ کے لئے نرم غذا تیار کی۔ کھانے میں فرنی، پلاؤ اور شوربہ تھا۔

اِس طرح سب احباب نے کھانا کھایا اور پھر بَیت المبارک کی طرف چلے گئے۔

آپ کے پاس ایک یتیم لڑکا عبدالرؤف نامی رہا کرتا تھا اور میرا چونکہ وہ کلاس فیلو تھا اِس لئے میرے پاس اس کی آمد رہتی تھی کسی وجہ سے وہ کوئی ایسی حرکت کر بیٹھا کہ حضرت مولوی صاحب اس سے ناراض ہو گئے اور اس سے کہا کہ اب تم ہمارے گھر سے نکل جاؤ۔ وہ نکل گیا اب مَیں نہیں جانتا تھا کہ وہ کدھر چلا گیا اور کہاں رہا چند دنوں کے بعد وہ مجھے بَیتِ اقصیٰ میں ملا وہ بڑا افسردہ تھا مَیں نے اس سے پوچھا کیا کھانا کھایا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ مَیں اسے اپنے گھر لے گیا اور کھانا کھلایا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ رات کے وقت میں عشاء کے بعد والے درس میں شامل ہؤا۔ حضور نے درس دیتے ہوئے فرمایا کہ عبدالرؤف اگر آج آجائے تو مَیں اس کو معاف کر دوں گا۔ مَیں نے کہا حضور وہ بَیتِ اقصیٰ میں ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا۔ مَیں نے عرض کیا اگر حضور فرمائیں تو مَیں اس کو بُلا لاؤں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ غرضیکہ مَیں اس کو لے آیا۔ وہ حضور کے پاس آکر رو پڑا اور آپ نے اپنی چھاتی سے اُسے لگا لیا اور ساتھ ہی نصیحت کی کہ دیکھو تم اِس طرح گھر میں رہو مگر عبدالحی کی امّاں کی فرمانبرداری ضرور کرنی ہے اس کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں کرنا۔ چنانچہ عبدالرؤف نے پہلے کی طرح رہنا شروع کر دیا۔

آخر میں آپ کی قبولیتِ دعا اور شفقت و ہمدردی کا ایک واقعہ سُنا کر اِس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔

حضرت مولوی صاحب نے بتایا کہ ۱۹۰۹ء میں طاعون کی بیماری قادیان میں بھی آئی۔ اِتنا زہریلہ پھوڑا نکلتا تھا کہ اِدھر پھوڑا نکلا اُدھر لوگ قبر کے نیچے چلے جاتے تھے۔ مجھے دو پھوڑے نکلے تھے اور ساتھ ہی ٹائیفائیڈ بخار ہو گیا۔ ہمارے غیر از جماعت ہمسائے میری قبر کھودنے کی تیاری کرنے لگے تو ایک ہندو نے ان کو روکا کہ ٹھیکیدار کا دِل بُجھ جائے گا جب تک سانس آتا ہے اس وقت تک تم یہ کام نہ کرو۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے میرا علاج کرنا شروع کیا۔ حضرت مولوی صاحب پہلے وقت مولوی غلام محمد کو بھیجا کرتے کہ پتہ کر کے آؤ اور دوسرے وقت مولوی قطب دین کو بھیجتے تھے مجھے اطلاع دو اِن کا کیا حال ہے گویا دو کمپوڈر دونوں وقت آتے تھے۔ تمام جسم میں زہریلی پھنسیاں نکلی ہوئی تھیں۔ میری دائیں آنکھ پہ اس کا اثر ہؤا باقی جسم خدا کے فضل سے محفوظ رہا۔

قریباً پندرہ دن اسی حالت میں گذر گئے۔ اس دن میری حالت بہت نازک ہو گئی۔ والد صاحب بَیت المبارک میں نماز پڑھنے کے لئے گئے۔ حضرت مولوی صاحب مصلّے پر کھڑے تھے والد صاحب کے جاتے ہی حضرت مولوی صاحب

نے پوچھا کہ آپ کے لڑکے کا کیا حال ہے۔ والد صاحب کے آنسو نکل آئے کہا شاید ہی میرے واپس جانے تک وہ زندہ ہو۔ آپ مقتدیوں کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے اور فرمایا دوستو! اس بیمار لڑکے کے لئے ایسی درد کے ساتھ دعا کرو جو خدا تعالیٰ قبول کرے۔ عموماً حضور مختصر نماز پڑھایا کرتے تھے اس دن بڑی دردِ دل کے ساتھ لمبی نماز پڑھائی اور لمبے لمبے سجدے کئے (خدا ان کو غریق رحمت کرے) اور الحاح سے دعا کی۔ میرے والد صاحب نے فرمایا کہ میرے اندر سے آواز آئی کہ تمہارا لڑکا اس بیماری سے نہیں مرے گا۔ اس کے چند دنوں بعد خدا کے فضل سے میری صحت ٹھیک ہو گئی۔

ماہنامہ خالد کے وی پی

ماہنامہ خالد ربوہ کے ایسے خریداران جن کا چندہ ختم تھا ان کی خدمت میں پہلے بذریعہ خط یاد دہانی اور پھر ماہنامہ خالد کی وی پی ارسال کی گئی تھی۔ وی پی وصول کرنے والے خریداران کا خاکسار ممنون ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو احسن جزا عطا فرمائے۔ ایسے احباب جن کے وی پی واپس آگئے تھے ان کو بذریعہ خط دوبارہ تعاون کی درخواست کی گئی ہے۔ براہ کرم اپنا چندہ خریداری بھجوا کر اور رسالہ کی خریداری جاری رکھ کر ممنون فرمائیں۔ (مینیجر خالد ربوہ)

آئے گا

چارۂ دردِ نہاں راحتِ جاں آئے گا
غیرتِ لالہ رخاں رشکِ بتاں آئے گا

ظلمتِ ہجر میں قندیلِ سکوں جھلکے گی
کلبۂ حزن میں فانوسِ اماں آئے گا

نسخۂ دید سے پھر نبضِ جنوں سنبھلے گی
حجلۂ حُسن سے درمانِ فغاں آئے گا

مرقدِ یاس سے امّیدِ بقا اُٹھے گی
قالبِ درد میں آسائشِ جاں آئے گا

غرفۂ ناز سے انوارِ سحر پھُوٹیں گے
خاورِ عیش سے خورشیدِ زماں آئے گا

عالمِ وجد میں لہرائے گی مُصلحِ دُنیا
پردۂ غیب سے وہ رقص کناں آئے گا

(مصلح الدین احمد راجیکی مرحوم)

محبّت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں
الرّؤف جیولرز
پروپرائٹر: سیّد رؤف علی
خورشید کلاتھ مارکیٹ حیدری۔ نارتھ ناظم آباد۔ کراچی
فون: ۶۱۷۰۶۹

مُبارک وہ جو اَب ایمان لایا

جماعتِ احمدیہ کے عظیم الشّان کردار کی رُوح پرور جھلکیاں

(مکرم عبدالسمیع خان صاحب)

حضرت مسیح ناصری علیہ السّلام کا یہ قول کتنا سچا ہے:

"ہر ایک درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے"[۱]

یہ ایک حقیقت ہے کہ کیکر کو کبھی انگور نہیں لگتے اور حنظل سے کبھی خرما نہیں اُترتا۔ یہ قول ہر سچ اور جھوٹ کی پہچان کا معیار ہے اور خدا کی طرف سے آنے والے ماموروں نے ہمیشہ اس کو اپنی صداقت کے نشان کے طور پر پیش کیا ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بھی ببانگِ دہل یہ اعلان فرمایا:

"اِس درخت کو اِس کے پھلوں سے اور اس نیّر کو اس کی روشنی سے شناخت کروگے"[۲]

اور آج دیکھنے والی آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی قوّتِ قدسیہ سے ایک ایسی جماعت قائم کر دکھائی ہے جو حقیقت میں آپ کا سب سے بڑا معجزہ ہے جس نے نہ صرف اخلاق اور کردار کے اعلیٰ معیار قائم کئے ہیں بلکہ گذرے ہوئے روشن زمانوں کی یادیں تازہ کر دی ہیں اور ماضی کی طرف صدیوں کا سفر کر کے روحانیت کے بلند ترین راستوں پر اِس مضبوطی سے قدم مارے ہیں کہ عقلِ انسانی حیران ہو کر رہ جاتی ہے۔

آئیے اِس انقلاب کی چند جھلکیاں ملاحظہ کریں جو محض نمونہ کے طور پر ہیں اور محض چند شعبوں کا انتخاب کر کے کچھ پھول گلدستے کی شکل میں اکٹھے کئے گئے ہیں اس میں اوّلین طور پر مسیح موعود کے رفقاء اور پھر بعد میں آنے والی نسلوں کی نمائندگی کی گئی ہے۔

نماز اور دُعا

قُربِ الٰہی کا سب سے پہلا زینہ نماز ہے۔ وہی نماز جس سے کی جانے والی بے توجّہی کا نظارہ کر کے وقت کے ایک باکمال شاعر نے کہا تھا ؎

سطوتِ توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی
وہ نمازیں ہند میں نذرِ برہمن ہو گئیں

اِسی گرتی پڑتی نماز کا جھنڈا پھر قادیان سے بلند کیا گیا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے رفیق حضرت مولانا سیّد محمد سرور شاہ صاحب کو نماز با جماعت کا اِس قدر خیال تھا کہ شدید بیماری میں بھی نماز با جماعت ادا کرتے۔ آخری بیماری میں ایک دن بخار کی حالت میں بیت الذکر تشریف

لے گئے۔ تھرمامیٹر لگایا گیا تو بخار ۱۰۵ درجہ تھا۔[۴]

حضرت میر ناصر نواب صاحب نماز باجماعت کے ایسے پابند تھے کہ آخری عمر میں جبکہ چلنا بھی مشکل ہو گیا تھا آپ نماز باجماعت پڑھتے تھے اور کبھی اس میں ناغہ نہ کرتے تھے۔[۴]

حضرت منشی محمد اسمٰعیل صاحب فرماتے تھے کہ مجھے صرف ایک نماز یاد ہے جو میں نماز باجماعت نہیں ادا کر سکا وہ بھی بیت الذکر سے ایک ضروری حاجت کے لئے واپس آنا پڑا تھا۔[۵]

حضرت منشی امام دین صاحب اور آپ کی زوجہ محترمہ ہر جمعہ کے روز صبح گاؤں سے پیدل چل کر قادیان آتے جمعہ پڑھتے اور پھر پیدل واپس جاتے۔[۶]

انگلستان میں ایک پرانے احمدی بلال نٹل صاحب جب احمدی ہوئے تو انہوں نے اپنے لئے "بلال" نام کا انتخاب کیا اور پھر حضرت بلال رضی کے تتبع میں انہوں نے نماز کی خاطر بلانے میں ایک خاص نام پیدا کیا۔ انہیں صبح صبح نماز کے لئے بلانے کا از حد شوق ہے۔[۷]

جماعتِ احمدیہ نے جس شان سے نماز کو قائم کیا اس کا نظارہ کر کے سردار دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر ریاست دہلی تحریر فرماتے ہیں :۔

"ہم کہہ سکتے ہیں کہ جہاں تک . . . شعار کا تعلق ہے ایک معمولی احمدی کا دوسرے مسلمانوں کا بڑے سے بڑا مذہبی لیڈر بھی مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ احمدی ہونے کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور دوسرے اسلامی احکام کا عملی طور پر پابند ہو۔"[۸]

جماعتِ احمدیہ نے دعا کی حقیقی لذتوں کے عملی نمونے دکھائے ہیں۔ حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) جب بیعت لیتے وقت یہ الفاظ فرماتے کہ اے میرے ربّ میں نے اپنی جان پر ظلم کئے اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں تو میرے گناہوں کو بخش دے تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔ تو تمام آدمی رونے لگ جاتے اور آنسو جاری ہو جاتے تھے اور شدتِ درد اور کرب سے چیخیں نکلنے لگتی تھیں۔[۹]

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

"میں حلفاً کہتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لاتے ہیں اور اعمالِ صالحہ بجا لاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔"[۱۰]

محبتِ قرآن

محبتِ الٰہی کا ایک زینہ محبتِ قرآن ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے کئی رفقاء نے اپنے پہلے بزرگوں کی اتباع میں بڑی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا۔ جن میں حضرت چوہدری نصر اللہ خاں صاحب اور حضرت صوفی غلام محمد صاحب کے نام بھی آتے ہیں۔[۱۱]

اور کتنے ہی لوگ ہیں جو قرآن کے اثر سے مغلوب ہو کر احمدیت میں داخل ہوئے۔

ہالینڈ کی خاتون ناصرہ زمرمن قرآن کریم کا ڈچ زبان میں ترجمہ کر رہی تھیں کہ ان کو دینِ حق کی طرف رغبت پیدا ہوئی اور اس کے قریب تر آتی گئیں اور ترجمہ ختم کرنے سے پہلے قرآن کے غلاموں میں شامل ہو گئیں۔[۱۲]

اطاعت

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ ایک دفعہ بیت الاقصیٰ میں لیکچر دے رہے تھے کہ بابا کریم بخش صاحب سیالکوٹی کسی کام کے لئے باہر گئے۔ واپس آرہے تھے کہ حضور کے یہ الفاظ ان کے کان میں پڑے کہ "بیٹھ جاؤ"۔ جو حضور بیت الذکر کے اندر موجود لوگوں سے فرما رہے تھے۔ وہ یہ الفاظ سنتے ہی وہیں بازار میں بیٹھ گئے اور بیٹھے بیٹھے بیت اقصیٰ کی سیڑھیوں پر پہنچے اور حضور کی تقریر سنی۔[13]

حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب ایک دفعہ بیت المبارک میں ظہر کی نماز سے پہلے سنتیں پڑھ رہے تھے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بیت الفکر کے اندر سے انہیں آواز دی وہ نماز توڑ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔[14]

سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ ۱۸۹۲ء میں جالندھر تشریف لے گئے تھے۔ حضور کی رہائش بالائی منزل پر تھی۔ کسی خادمہ نے گھر میں حقہ رکھا اور چلی گئی۔ اسی دوران حقہ گر پڑا اور بعض چیزیں آگ سے جل گئیں۔ حضور نے اس بات پر حقہ پینے والوں سے ناراضگی اور حقہ سے نفرت کا اظہار فرمایا۔ یہ خبر نیچے احمدیوں تک پہنچی جن میں سے کئی حقہ پیتے تھے اور ان کے حقے بھی مکان میں موجود تھے۔ انہیں جب حضور کی ناراضگی کا علم ہوا تو سب حقہ والوں نے اپنے حقے توڑ دیئے اور حقہ پینا ترک کر دیا۔ جب عام جماعت کو بھی معلوم ہوا کہ حضور حقہ کو ناپسند فرماتے ہیں تو بہت سے باہمت احمدیوں نے حقہ ترک کر دیا۔[15]

مرزا احمد بیگ صاحب ساہیوال روایت کرتے ہیں کہ حضرت مصلح موعود نے ایک دفعہ میرے ماموں مرزا غلام اللہ صاحب سے فرمایا کہ مرزا صاحب دوستوں کو حقہ چھوڑنے کی تلقین کیا کریں۔ ماموں صاحب خود حقہ پیتے تھے انہوں نے حضور سے عرض کیا بہت اچھا حضور۔ گھر آکر اپنا حقہ جو دیوار کے ساتھ کھڑا تھا اسے توڑ دیا۔ ممانی جان نے سمجھا کہ آج شاید حقہ دھوپ میں پڑا رہا ہے اس لئے یہ فعل ناراضگی کا نتیجہ ہے۔ لیکن جب ماموں نے کسی کو کچھ بھی نہ کہا تو ممانی صاحبہ نے پوچھا آج حقے پر کیا ناراضگی آگئی تھی؟ فرمایا مجھے حضرت صاحب نے حقہ پینے سے لوگوں کو منع کرنے کی تلقین کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے اور میں خود حقہ پیتا ہوں اس لئے پہلے اپنے حقے کو توڑا ہے۔ چنانچہ ماموں صاحب نے مرتے دم تک حقے کو ہاتھ نہ لگایا اور دوسروں کو بھی حقہ چھوڑنے کی تلقین کرتے رہے۔[16]

حضرت منشی برکت علی خاں صاحب رفیق حضرت اقدس شملہ میں ملازم تھے۔ احمدی ہونے سے پہلے انہوں نے ایک لاٹری ڈالی ہوئی تھی۔ وہ لاٹری نکلی تو ساڑھے سات ہزار کی رقم ان کے حصے میں آئی۔ انہوں نے حضور سے پوچھا تو حضور نے اسے جوا قرار دیا اور فرمایا اپنی ذات میں ایک پیسہ بھی خرچ نہ کریں۔ حضرت منشی صاحب نے وہ ساری رقم غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دی۔[17]

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ امام جماعت احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"یورپ کے بعض احمدی دکانداروں کے متعلق مجھے معلوم ہوا کہ ان کے ہوٹل کے کاروبار ہیں اور وہاں شراب بھی بکتی ہے چنانچہ جب میں نے اس کا سختی سے نوٹس لیا

کہ آپ کو یہ کاروبار چھوڑنا ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بڑی بھاری تعداد ایسی تھی جنہوں نے اِس کاروبار کو ترک کر دیا۔ بعضوں کو خدا تعالیٰ نے فوراً بہتر کاروبار بھی عطا کئے بعضوں کو ابتلاء میں بھی ڈالا۔ وہ لمبے عرصے تک دوسرے کاروبار سے محروم رہے لیکن وہ پختگی کے ساتھ اپنے اس فیصلے پر قائم رہے۔" [18]

اتباعِ شریعت

ایک دفعہ نماز کے بعد حضرت مصلح موعود بیت الذکر سے باہر تشریف لے جانے لگے تو دروازے کے قریب ایک صاحب نماز پڑھ رہے تھے۔ حضور وہاں کھڑے ہو گئے اور جب تک وہ صاحب نماز پڑھتے رہے حضور وہیں کھڑے رہے اور نمازی کے فارغ ہونے کے بعد حضور تشریف لے گئے۔ [19]

سیرالیون کے علی روجرز نے احمدیت قبول کی تو اس وقت وہ جوان تھے اور ان کی بارہ بیویاں تھیں۔ جماعت کے مربی مولانا نذیر احمد صاحب علی نے انہیں فرمایا کہ آپ احمدی ہو چکے ہیں اِس لئے قرآنی تعلیم کے مطابق صرف چار بیویاں رکھ سکتے ہیں باقی کو طلاق اور نان و نفقہ دے کر رخصت کر دیں۔ انہوں نے نہ صرف اس ہدایت پر فوراً عمل کیا بلکہ مربیٔ سلسلہ کے کہنے پر ادھیڑ عمر چار بیویاں اپنے پاس رکھیں اور نوجوان بیویوں کو رخصت کر دیا۔ [20]

بھارت میں ایک پولیس ملازم نے جو پہلے احمدیت کے سخت مخالف تھے بیعت کر لی اور پھر رشوت لینی بالکل بند کر دی۔ چنانچہ ان کے ذریعے پہلے ان کے افسروں کو جو رشوت ملتی تھی وہ بھی بند ہو گئی جس کی وجہ سے ان کے افسران شدید مخالف ہو گئے اور کئی قسم کی مشکلات ان کے لئے کھڑی کیں مگر وہ احمدی ہر پہلو سے ثابت قدم رہے۔

ایک گرجے کے پادری نے احمدیت قبول کی۔ پہلے ان کا تمام انحصار گرجا سے ہونے والی آمد پر تھا مگر انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا اور غریبانہ حالت میں گذارہ شروع کر دیا۔ [21]

جماعتِ احمدیہ کے اِس پاک نمونہ کو ملاحظہ کرنے کے بعد حکیم برہم صاحب ایڈیٹر مشرق گورکھپور لکھتے ہیں:۔

"ہندوستان میں صداقت اور ۔۔۔۔ سپرٹ صرف اِس لئے باقی ہے کہ یہاں روحانی پیشواؤں کے تصرفاتِ باطنی اپنا کام برابر کر رہے ہیں اور کچھ عالم بھی اِس شان کے ہیں جو عبدالدرہم نہیں ہیں۔ اور سچ پوچھو تو اِس وقت یہ کام جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم کے حلقہ بگوش اسی طرح انجام دے رہے ہیں جس طرح قرونِ اولیٰ کے مسلمان انجام دیا کرتے تھے۔" [22]

ہ ۱ لوقا باب ۶ آیت ۴۴۔
ہ ۲ فتح اسلام صفحہ ۴۷۔
ہ ۳ "رفقائے احمد" جلد ۵ حصہ ۲ صفحہ ۱۷۔
ہ ۴ " " جلد ۷ صفحہ ۱۰۔
ہ ۵ " " " صفحہ ۱۹۶۔
ہ ۶ " " " صفحہ ۱۰۳۔
ہ ۷ "انصار اللہ" (ماہنامہ) جون ۱۹۶۵ء صفحہ ۳۶۔
ہ ۸ "ریاست" دہلی ۱۳ نومبر ۱۹۵۲ء۔
ہ ۹ "سیرت المہدی" جلد ۳ صفحہ ۱۶۶۔
ہ ۱۰ "الذکر الحکیم" جلد ۴ صفحہ ۱۷۔

۱۱ "......(رفقائے) احمد" جلد ۱۱ صفحہ ۱۶۱۔
۱۲ "انصار اللہ" (ماہنامہ) جون ۱۹۶۵ء صفحہ ۳۷۔
۱۳ "سیرت المہدی" جلد ۳ صفحہ ۱۶۴
۱۴ " " جلد اوّل صفحہ ۱۶۰۔
۱۵ "......(رفقائے) احمد" جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۷۔
۱۶ سوانح فضلِ عمر جلد ۲ صفحہ ۳۴۴
۱۷ "......(رفقائے) احمد" جلد ۳ صفحہ ۳۳۔
۱۸ الفضل (روزنامہ) ۱۷ر جنوری ۱۹۸۹ء۔
۱۹ الفضل (روزنامہ) ۳۱ر جنوری ۱۹۲۱ء۔
۲۰ انصار اللہ (ماہنامہ) مارچ ۱۹۸۴ء صفحہ ۳۰۔
۲۱ ضمیمہ تحریکِ جدید اگست ۱۹۸۸ء
۲۲ مشرق (روزنامہ) ۲۴ر جنوری ۱۹۲۹ء

○

وہ نورِ ارض و سمٰوٰت قادر و قیوم
وہ کبریاء ہے سزاوار ہے خدائی اُسے

نہیں ہے حال میرا اُس کی آنکھ سے اوجھل
ہزار پردوں میں دیتا ہے سب دکھائی اُسے

عجیب کیفِ دعا ہے کہ کچھ نہ مانگ سکوں
مَیں چُپ رہوں بھی تو دیتا ہے سب سنائی اُسے

جو اُس کی یاد میں مچلیں وہ گوہرِ نایاب
پسند آتی ہے اشکوں کی خودنمائی اُسے

سدا رہی ہوں شرابور ابرِ رحمت میں
مَیں آنسوؤں کے سوا کچھ بھی دے نہ پائی اُسے

فقط اُسی سے توقع تھی مہربانی کی
دُکھن کلیجے کی سجدے میں سب بتائی اُسے

امۃ الباری ناصر

مجیب خالد اینڈ کمپنی
ڈنڈی کٹ سرخ مرچ کے اسپیشلسٹ برائے سپلائی
تمام ملکی و غیر ملکی حضرات متوجہ ہوں
مجیب اللہ خاں ۔ مرچ منڈی ۔ کنری ضلع تھرپارکر ۔ سندھ
رابطہ فون نمبر ۴۹/۸۰

اردو نثر میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور احمدی سیرت نگار

(از قلم مکرم دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت)

حضرت خواجہ میر درد رحمتہ اللہ علیہ (1131ھ۔1199ھ) اردو زبان کے چار ارکان میں سے تھے جنہوں نے اردو کو چار چاند لگا دیئے۔ بعض ارباب کمال انہیں اردو کا موجد اور مسیحا بھی قرار دیتے ہیں۔ آپ نے ایک بار فرمایا!

"اے اردو گھبرانا نہیں تو فقیروں کا لگایا ہوا پودا ہے خوب پھلے پھولے گی تو پروان چڑھے گی۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ قرآن حدیث تیری آغوش میں آکر آرام کریں گے۔ بادشاہی قانون اور حکیموں کی طبابت تجھ میں آجائے گی اور تو سارے ہندوستان کی زبان مانی جائے گی۔"

(میخانہ درد صفحہ 153 مولفہ خواجہ ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی مطبوعہ دہلی 1344ھ/6۔1925ء)

اس پیشگوئی کے بعد صرف دو صدیوں کے اندر جس طرح یہ زبان جملہ دینی علوم خصوصاً سیرت نبوی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا روح پرور چمنستان بن گئی ہے اور بے شمار حسین وخوشنما پھولوں اور پھلوں سے لد چکی ہے۔ وہ ایک حیرت انگیز بات ہے۔ اور ڈاکٹر انور محمود صاحب کی خیال افروز اور تحقیقی کتاب "اردو نثر میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کتاب اس کا ایک واقعاتی ثبوت ہے۔

یہ کتاب ڈاکٹر صاحب موصوف کے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالہ پر مشتمل ہے جسے برصغیر کے مشہور علمی ادارہ "اقبال اکادمی پاکستان" نے خاص اہتمام سے شائع کیا ہے۔ کتاب عمدہ اردو ٹائپ پر چھپی ہے۔ اور اشاریہ سمیت ساڑھے آٹھ سو صفحات پر محیط ہے۔

فاضل مولف نے اپنی وسیع اور قیمتی معلومات کو سات ابواب میں ایک دلکش گلدستہ کی طرح سجا دیا ہے اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اس کے ماخذ و منابع فن سیرت نگاری کی ابتدا اور ارتقاء اور اس کے عہد زریں اور عہد حاضر پر بڑی شرح و بسط سے روشنی ڈالی ہے۔ کتاب کے متعدد مقامات میں برصغیر کے احمدی سیرت نگاروں کا ذکر ملتا ہے مثلاً رفقاء بانی سلسلہ احمدیہ میں سے حضرت مولانا حسن علی صاحب بھاگلپوری اور حضرت مولوی فیروز دین صاحب ڈسکوی اور متاخرین میں سے مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل اور جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی۔

1973ء میں محترم شیخ مبارک محمود صاحب پانی پتی کی مرتبہ کتاب "کتب سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم" نیشنل بک سینٹر آف پاکستان نے چھپوائی تھی۔ زیر نظر کتاب کی تدوین میں اس جامع فہرست کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ یہی نہیں محقق وفاضل مولف نے احمدی سیرت نگاروں کا ایک مستقل عنوان کے تحت کسی قدر تفصیلی ذکر بھی فرمایا ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

"قادیانیوں اور لاہوریوں نے بھی کتب سیرت لکھنے میں خاصی گرم جوشی کا مظاہرہ کیا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے خود تو کوئی باقاعدہ کتاب سیرت نہیں لکھی، لیکن ان کی بعض تحریروں اور تقریروں کو کتابچوں کی شکل میں شائع کیا گیا ہے، جن میں انہوں نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار کے کسی پہلو پر اظہار خیال کیا تھا۔ ان میں "شان خاتم الانبیاء کے چند پہلو" (ص 48)، "مقام مصطفیٰ" (ص 108) "محامد محمد" اور "تحفہ بغداد" کے نام سے زیادہ معروف ہیں۔ ان کی تحریروں کا ایک ضخیم مجموعہ "شان رسول عربی" (ص 495) کے نام سے سلطان احمد پیر کوٹی نے مرتب کر کے 1960ء میں شائع کیا ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد کے چند کتابچے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار پر ہیں، جو بیشتر ان کی تقاریر پر مشتمل ہیں۔ مثلاً "دنیا کا محسن" (ص 111)، "رحمت للعالمین" (ص 64)، "چشمۂ ہدایت" (ص 72)، "سیرت خیر الرسل"، "ہمارا رسولؐ" (ص 40) اور "نبیوں کے سردار"۔ مرزا بشیر احمد ایم۔ اے نے "سیرت خاتم النبیین" (تین حصے)، جلد اول، ص 328، جلد دوم، ص 564، جلد سوم، ص 216، "اسوۂ حسنہ" (ص 141) اور رسول پاک کا عدیم المثال مقام (ص 176) اور مولوی صدر الدین نے رحمت للعالمین (ص 118) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی نبوت کی ماہیت (ص 64) اور "محمد مصطفیٰ زمانہ حال کے پیغمبر" (ص 243) لکھیں۔ مولانا محمد علی لاہوری نے "سیرت خیر البشر" (ص 200)، "زندہ نبی کی زندہ تعلیم" (ص 296) اور "محمد مصطفیٰ" (ص 104) تحریر کیں۔ اور خواجہ کمال الدین (متوفی 1933ء) نے "اسوہ حسنہ" (زندہ نبی کامل)، (ص 128)، "بے نظیر کامیاب نبی" (ص 72)، "نبوت کا ظہور اتم" (نبی کامل) (ص 337) اور "سیرت نبی" (ص 50) تالیف کیں۔ ان کے علاوہ قادیانیوں اور لاہوریوں میں سے پیر زادہ شمس الدین نے "رسول کریم فی قرآن عظیم" (ص 176) اور "القول الطبی فی حیات النبی" لکھیں اور جلال الدین شمس نے "نبیوں کا سردار" (ص 59)، شیخ عبد القادر سوداگر مل نے "سیرت سید الانبیاء" (ص 298)، میر محمد اسحق نے "انسان کامل" (ص 48)، محمد عطاء اللہ ایڈووکیٹ نے "حضرت سرور کائنات اور عبادات"، سید زین العابدین ولی اللہ شاہ نے "سیرت نبوی"، احادیث کی روشنی میں اور مرزا ناصر احمد نے "صفات باری تعالیٰ کے مظہر اعظم کی عظیم روحانی تجلیات" (ص 24) لکھیں۔ احمدیہ انجمن لاہور کی طرف سے "سیرت رسول" (ص 32) اور مکتبہ الفرقان ربوہ کی طرف سے "سیرت خاتم النبیین" شائع ہوئیں، جن پر مصنف کا نام درج نہیں کیا تھا۔ ان میں سے چند ایک کتابچے (مثلاً نبیوں کا سردار اور "رسول فی قرآن عظیم" وغیرہ) قیام پاکستان کے بعد شائع ہوئے، تاہم باقی کتابیں 1947ء سے پہلے کی لکھی ہوئی ہیں۔ ان سب میں سے صرف مرزا بشیر احمد ایم اے کی "سیرت خاتم النبیین" (تین حصے) اور مولانا محمد علی لاہوری (1874ء - 1951ء) کی "سیرت خیر البشر" ایسی کتابیں ہیں جو جماعت احمدیہ کے باہر کے حلقوں میں بھی یکساں دلچسپی کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ "سیرت خیر البشر" کو زمانی تفوق بھی حاصل ہے اور اس کا مواد بھی زیادہ متنازعہ فیہ نہیں۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن (1927ء/1334ھ) احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا۔ مصنف کے نزدیک اس سیرت کے لکھنے کا مقصد صرف یہ نہیں کہ آنحضرت کے صحیح حالات پبلک کے سامنے مختصر پیرایہ میں پیش کیے جائیں، بلکہ زیادہ تر مد نظر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمان پیروکار اپنی زندگیاں آپ کے نمونے پر بسر کرنے کی کوشش کریں۔

"سیرت خیر البشر" اوسط ضخامت کی ایک کتاب ہے، جو سادہ انداز میں لکھی گئی ہے۔ اس میں لمبی بحثوں سے پرہیز کیا گیا ہے اور موٹے موٹے واقعات کو سادہ طریقے سے بیان کر دیا گیا ہے۔ آپ کے اخلاق فاضلہ سے کسب فیض کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور واقعات کے بیان میں ہی مخالفین کی نکتہ چینیوں کا بھی جواب دیا گیا ہے۔ کتاب کا آغاز عام کتب سیرت کی طرح عرب کے جغرافیہ سے ہوتا ہے اور پھر عرب اور باقی دنیا کی سیاسی، سماجی، مذہبی اور اخلاقی حالت کا نقشہ دکھانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی بشارات درج کی گئی ہیں۔ پھر سلسلہ نسب، پیدائش، حالات قبل از بعثت، نبوت، پہلے ایمان لانے والے، کفار کی ایذا رسانی، ہجرت حبشہ، ہجرت نبوی، مدنی زندگی، غزوات، صلح حدیبیہ، بادشاہوں کو دعوت اسلام، فتح مکہ، عام الوفود، حجۃ الوداع، اور وفات تک کے واقعات سلسلہ وار درج کیے گئے ہیں۔ آخری تین ابواب میں ازواج مطہرات، آنحضرت کے اخلاق و عادات اور مصلحین عالم میں آپ کو ممتاز کرنے والے امور کے مباحث ہیں۔ سیرت "خیر البشر" اس لحاظ سے قابل قدر کتاب ہے کہ اس میں اکا دکا مقامات کے سوا مسلمانوں کے مسلمہ عقائد سے بہت کم انحراف کیا گیا ہے۔

"سیرت خاتم النبیین" احمدی اہل قلم کی تحریر کردہ کتب سیرت میں سب سے اہم کتاب ہے، کیونکہ

ایک تو یہ ان کے قادیانی نقطہ نظر کی ترجمانی کرتی ہے اور دوسرے اس میں مستشرقین کے اعتراضات کے جواب دیئے گئے ہیں - یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے - پہلی جلد (طبع دوم) 1935ء میں، دوسری جلد 1931ء میں اور تیسری جلد 1949ء میں شائع ہوئی - جلد اول میں ابتدا سے ہجرت تک کے واقعات ہیں - دوسری جلد، ہجرت سے 5ھ تک کے حالات پر مشتمل ہے اور تیسری جلد غزوہ بنی قریظہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے تبلیغی خطوط ارسال کرنے تک کے احوال کا احاطہ کرتی ہے - مرزا بشیر احمد (ایم - اے) کا طرز تحریر بڑا سلجھا ہوا ہے اور وہ اپنی بات منطقی انداز میں سمجھانے پر قادر ہیں - سیرت خاتم النبیین میں ان کی ادبی سلیقہ مندی اور علمی توازن کا بھرپور مظاہرہ ہوا ہے - مصنف کے مخصوص قادیانی خیالات سے قطع نظر یہ کتاب سیرت کی اچھی کتابوں میں شمار کی جا سکتی ہے -"

("اردو نثر میں سیرت رسول" صفحہ 685 تا 688 - مطبع حمایت اسلام پریس ریلوے روڈ لاہور طبع اول 1989)

یہ قیمتی نوٹ یقیناً محنت و عرق ریزی سے تیار کیا گیا ہے تاہم اسے کسی طرح مکمل قرار نہیں دیا جا سکتا - اس سلسلہ میں بطور نمونہ بعض تالیفات کے نام درج ذیل کئے جاتے ہیں جو 1989ء تک سپرد اشاعت ہو چکی تھیں مگر اس نوٹ میں قطعاً ذکر نہیں ہے -

1- رحمت اللعالمین فی کتاب مبین حصہ اول - دوم (صفحات 954) از حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی

2- رحمت اللعالمین اور عالم اطفال (صفحات 28) از میر محمد اسمٰعیل صاحب

3- سرور کونین (صفحات 120) از چوہدری علی اکبر صاحب ایم اے پی ای ایس ریٹائرڈ

4- قدوسیوں کا سردار - سراپا عشق انگیز (صفحات 241) از شیخ فضل کریم صاحب فارانی بھیروی

5- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (صفحات 280) مولفہ مولانا غلام باری سیف صاحب سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ موخرالذکر کتاب کی نسبت مشہور نامور ماہر لسانیات اور فاضل و محقق جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ نے اس رائے کا اظہار فرمایا کہ :-

"کتاب بہت دلآویز پیرایہ میں لکھی گئی ہے اور تا امکان سیرت و سوانح کو بہت عمدگی سے بیان کیا گیا ہے اور حوالہ جات سے مزین یہ بات بہت مفید ہے اور سابقہ تصانیف پر ایک گرانقدر اضافہ ہے -" بالآخر یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ 1987ء میں قادیان (بھارت) سے "شان خاتم الانبیاء" کے پیارے نام سے نہایت دیدہ زیب 13 رسائل شائع کئے گئے جن کے مجموعی صفحات 300 تھے - سیرت رسول کا یہ شاندار مرقع 12 عنوانات کے ساتھ زیب قرطاس ہوا -

شان خاتم الانبیاء - صلح حدیبہ میں - (مولانا حکیم محمد دین صاحب) - تبلیغ حق میں - (جناب محمد انعام غوری صاحب) - امان (تحفظ حقوق انسانی) میں - (مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری) - شہادت صحابہؓ کے آئینہ میں - (حافظ مظفر احمد صاحب) - ہجرت مدینہ میں - (مولانا محمد کریم الدین شاہد صاحب) - انسان کے آئینہ میں - (مولوی خورشید احمد صاحب انور) - وفاء صحابہ کے آئینہ میں - (مولوی سلطان احمد ظفر صاحب) - ظہور اسلام میں - (مولانا دوست محمد شاہد صاحب) - غزوہ تبوک میں - (مولوی منیر احمد صاحب خادم) - اتحاد عالمگیر اخوت اسلامی میں - (مولوی غلام نبی صاحب نیاز) - نبوت کے منصب میں - (مولانا بشیر احمد صاحب دہلوی) - فتح مکہ میں - (مولوی عبد الرؤف صاحب نیر)

آل پاکستان احمدی شعراء کا یادگار مشاعرہ

زیر اہتمام مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

(مرتبہ مکرم یوسف سہیل صاحب شوق)

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیر اہتمام یوں تو بہت سی کامیاب تقاریب منعقد ہوتی ہیں لیکن 25 مارچ کی رات ایوان محمود میں ہونے والی محفل مشاعرہ بلاشبہ ایک کامیاب ہی نہیں بلکہ یادگار تقریب تھی - اہل ربوہ کا خوش ذوق مجمع، ہر اچھے شعر پر بھرپور دادو تحسین، اور ملک کے اطراف سے جمع ہونے والے احمدی شعراء کی بھرپور نمائندگی یہ اس مشاعرے کی خاص خاص باتیں تھیں - احمدی شعراء کا اس سے بڑھ کر نمائندہ اجتماع شاید کبھی نہ ہوا ہو۔

اس مشاعرہ کے نمایاں شعراء میں جناب ثاقب زیروی صاحب جو اس محفل کے میر مجلس بھی تھے، کے علاوہ کراچی سے آئے ہوئے جناب عبید اللہ علیم صاحب، اسلام آباد سے آئے ہوئے جناب اکبر حمیدی صاحب اور خالد ربانی صاحب، ساہیوال کے جناب میجر ریٹائرڈ منظور احمد صاحب، سرگودھا کے جناب اکرم کاشف صاحب، کراچی کے جناب احمد مبارک صاحب، لاہور کے جناب جاذب ناصری صاحب، لاہور کے جناب عبدالکریم خالد صاحب، نواب شاہ کے جناب انور ندیم علوی صاحب، بدوملہی کے جناب یوسف ایاز صاحب، خوشاب کے جناب اللہ یار دیوانہ صاحب اور ٹوبہ ٹیک سنگھ کے وحید الزمان صاحب کے علاوہ ربوہ کے شعراء میں سے اُستاذی المحترم جناب چوہدری محمد علی صاحب، محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ، محترمہ صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ اور محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ، جناب مبارک احمد عابد صاحب، جناب چوہدری شبیر احمد صاحب، جناب راجہ نذیر احمد ظفر صاحب، جناب میر مبشر احمد طاہر صاحب، جناب محمد الدین ناز صاحب، وغیرہم ایک خاص تعداد میں شعراء موجود تھے۔ اس یادگار محفل میں کراچی کے نوجوان شاعر جناب صابر ظفر نمایاں رہے ان کا نام اگرچہ ملکی شعراء میں اب نمایاں ہوتا جارہا ہے لیکن اہل ربوہ کو اس سے قبل ان کو سننے کا موقعہ نہ ملا تھا۔ صابر ظفر نے ایک ایک شعر پر بھرپور داد سمیٹی اور ربوہ کے باذوق سامعین کو نہایت خوبصورت اشعار سننے کو ملے۔

تقریب کے سٹیج سیکرٹری جماعتی مشاعروں کے جگت سٹیج سیکرٹری جناب پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی تھے جن کی خوبصورت کمپیئرنگ نے بلاشبہ اس محفل مشاعرہ کی رونق دوبالا کر دی تھی۔

مشاعرے کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو ارض بلالؓ کے ایک طالب علم مکرم عبداللطیف صاحب ثانی آف نائیجیریا نے کی۔ بعد ازاں مکرم امتیاز احمد صاحب نے حضرت بانیٔ سلسلہ کا روح پرور شیریں منظوم کلام پیش کیا۔ اس کے بعد سٹیج سیکرٹری مائیک پر آئے اور یہ شعر پڑھا

وہ تو صدیوں کا سفر کرکے یہاں پہنچا تھا
تو نے منہ موڑ کے جس شخص کو دیکھا بھی نہیں

انہوں نے کہا کہ ہم نے اس شخص کو نہ صرف دیکھا بلکہ پہچانا اور یہی اس مشاعرے کی پہچان ہے۔ یہ خوبصورت انداز بلاشبہ جناب پروازی کا ہی حصہ ہے۔ اس کے بعد بطور میزبان انہوں نے اپنی غزل پیش کی۔ ایک شعر سنئے۔

جس کو اس عہد نے نہ پہچانا
دوستو صاحب الزماں تھا وہ شخص

اس کے بعد سب سے پہلے جناب مبارک احمد ظفر کو دعوت کلام دی گئی۔ ایک شعر ملاحظہ ہو۔

میں اس کی راہ پہ نظریں جمائے بیٹھا ہوں
سنوں جو چاپ سمجھوں میرا یار آئے ہے

اس کے بعد جناب محمد افضل عشرت کا نام پکارا گیا۔ انہوں نے نہائت خوبصورت ترنم کے ساتھ پنجابی زبان میں پہلے دو شعر پڑھے۔

وچھڑن تے عشرت جناں مجبور سی کیتا
رب اوناں دے کتھے چائے نے

اس کے بعد انہوں نے ایک نہائت پر اثر نظم اسی مسحور کن ترنم کے ساتھ سنائی۔ ان کے بعد جناب محمد اشرف کنول آئے۔ ان کا ترنم بھی قابل سماعت تھا۔

چاندنی پھول کلیاں معطر فضا ہر طرف نور ہی نور پھیلا ہوا
اہل ربوہ کے وہم و گماں میں نہ تھا اتنی جلدی یہ موسم بدل جائینگے

ان کے بعد بزرگ شاعر جناب اکبر فانی آئے۔ ایک شعر ملاحظہ ہو۔

میں ظلم و ستم سے نہیں ڈرنے والا
مجھے تو نے ہے بار بار آزمایا

اب شمع محفل جناب لئیق احمد عابد صاحب کے سامنے لائی گئی۔ ان کی خوبصورت غزل کا ایک شعر سنیئے۔

کب ہوا تھا پابہ زنجیر شہرت کے لئے
وہ سیاہ حلقہ مرے ماتھے کا جھومر بن گیا

ان کے بعد محترم صوفی محمد اسحق صاحب نے عربی نظم پیش کی۔ بعد ازاں جناب سعود احمد خان صاحب نے ایک نعت سنائی۔

خدا کا لیا تو نے ہر وقت نام
علیک الصلوۃ علیک السلام

اب باری تھی جناب ڈاکٹر مصدق صادق صاحب کی۔ ایک شعر ملاحظہ ہو۔

للکارا شیر کی طرح تو نے جہان کو
اور مارا تو نے کفر کے ہر پہلوان کو

ان کے بعد ماہنامہ انصار اللہ کے ایڈیٹر جناب مرزا محمد الدین صاحب ناز مائیک پر تشریف لائے۔ انہوں نے حضور ایدہ اللہ کی زمین میں ایک نظم پیش کی۔ ایک شعر سنئے۔

رہیں گے ہم جاں نثار آقا بفضل ایزد رقم کریں گے
لہو کی ایک ایک بوند سے انقلاب نو کا نظام لکھنا

ان کے بعد جناب میر مبشر احمد صاحب تشریف لائے۔ ان کے کلام کا نمونہ پیش ہے۔

کبھی سجدہ ریز بتوں کے در کبھی چین پاؤں نماز میں
یونہی کٹ رہی ہے یہ زندگی کبھی سوز میں کبھی ساز میں

اور اب خاکسار یوسف سہیل شوق کی باری تھی۔

اے شوق ذرا سوچو داڑھی بھی ہے زلفیں بھی
اک کام تو تم نے بھی پر نیک کیا ہوتا

اور اس کے بعد تشریف لائے جناب ڈاکٹر راجہ نذیر احمد ظفر صاحب ان کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

یہ کرم ہم پر خدا کا ہے مرے پیارے رسول
خوش بھی ہیں تیرے لئے دل گیر بھی تیرے لئے

ان کے بعد دعوت سخن دی گئی ربوہ کے معروف شاعر جناب پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب کو۔ انہوں نے بقول سٹیج سیکرٹری بڑی مشکل زمین میں بڑی خوبصورت غزل اپنے خوبصورت ترنم کے ساتھ سنائی اور ہر شعر پر داد پائی۔ ایک شعر ملاحظہ ہو

لمس خوشبو ذائقے درشن سماعت سب گئے
ان کو اپنانے کا عابد پھر بھی نہ لالچ گیا

اور اب شمع محفل لائی گئی ربوہ کے بزرگ شاعر جناب چوہدری شبیر احمد صاحب کے سامنے ان کے دو اشعار ملاحظہ ہوں۔

اگرچہ مجھ کو اندھیروں نے گھیر رکھا ہے
مگر مکیں ہے جہاں تو وہاں اجالا ہے
تری یادوں سے ہے رونق میری تنہائی میں
وقت آئے بھی جو مشکل کا تو ٹل جاتا ہے

اب باری آئی خواتین شاعرات کی - تین خواتین شاعرات نے پردے کے پیچھے سے اپنی آواز میں کلام پیش کیا - سب سے پہلے محترمہ صاحبزادی امتہ القدوس صاحبہ نے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ (اللہ آپ سے راضی ہو) کی زمین میں نظم سنائی - ایک بند ملاحظہ ہو

ہر آنکھ اشکبار برستی اداس ہے
ہر جان بے قرار تربتی اداس ہے
ہر دل ہے سوگوار ہر ہستی اداس ہے
یارب ہمارے شاہ کی بستی اداس ہے
اس تخت گاہ کے راج دلارے کب آئیں گے

ان کے بعد محترمہ صاحبزادی امتہ الشکور صاحبہ نے اپنی نظم اس بحر میں پیش فرمائی۔

آ آ کے پوچھتی ہے چمن میں جنہیں بہار
وہ روشنی وہ رنگ وہ تارے کب آئیں گے
معصوم بچے کرتے ہیں ماؤں سے یہ سوال
کب در کھلیں گے قیدی ہمارے کب آئیں گے

ان کے بعد محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ نے ایک غزل پیش کی۔

ہم ستاروں کی طرح شب بھر چمکتے جائیں گے
کہکشاں کا روپ رکھتے ہیں شب مہتاب میں

مقامی شعراء کے دور کے آخر میں مشہور و معروف شاعر جناب پروفیسر چوہدری محمد علی کو دعوت کلام دی گئی - افسوس یہ رہا کہ ان سے صرف ایک نعت سنی گئی۔

خوشبوؤں میں بھی تیری ہی خوشبو تھی دلنواز
پھولوں میں پھول تیرے ہی رخ کا گلاب تھا
نیکی ترے بغیر گناہِ عظیم تھا
لمحہ جو تیری یاد میں گزرا ثواب تھا
تو ہی تھا وہ سوال جو اکثر کیا گیا
تو ہی تھا وہ جواب کہ جو لاجواب تھا

اس کے بعد مہمان شعراء کا دور شروع ہوا - سب سے پہلے دعوت کلام دی گئی ٹوبہ ٹیک سنگھ سے آئے ہوئے مہمان شاعر جناب وحید الزمان کو - ان کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

میری نیند اڑانے والو اپنی موت کی فکر کرو
نیند کا کیا ہے نیند تو کانٹوں پر بھی آ ہی جاتی ہے

ان کے بعد تشریف لائے خوشاب سے آئے ہوئے جناب اللہ یار دیوانہ - انہوں نے ترنم سے غزل سنائی۔

آتش دل کو مری اور ہوا دے ترا احساں مانوں
منزل شوق کو پر لطف بنا دے ترا احساں مانوں

ان کے بعد جناب یوسف ایاز صاحب بدوملہی سے تشریف لائے - انہوں نے بڑی مدھم لے میں نظم پڑھی - ان کے بعد نواب شاہ سے آئے ہوئے جناب انور ندیم علوی تشریف لائے۔

جس کی خاطر آنکھ تک جھپکی نہیں شب بھر ندیم
وہ ستمگر دن میں لمبی تان کر سوتا رہا

ان کے بعد اسلام آباد سے آئے ہوئے مہمان شاعر جناب خالد ربانی غزل سرا ہوئے - ایک شعر سنئے۔

پھول گلشن میں ہر اک سمت کھلیں گے اب کے
رت جو بدلی تو وہ خود آ کے ملیں گے اب کے

اور اب باری تھی لاہور سے آئے ہوئے جناب عبدالکریم خالد کی - جناب خالد صاحب خوبصورت نظم کہتے ہیں - انہوں نے "تم بھی بولو ساجن" کے عنوان سے ایک پر اثر اور خوبصورت نظم سنائی - ایک بند ملاحظہ ہو۔

جب تک دم میں دم ہے ساجن
اپنا اپنا غم ہے ساجن
جتنی سانسیں اتنے غم ہیں
سانسیں پھر بھی کم ہیں ساجن

ان کے بعد جناب جاذب ناصری غزل سرا ہوئے - جن کو احباب جماعت مولوی بشیر الدین کے نام سے جانتے ہیں - انہوں نے میر کی زمین میں غزل پیش کی۔

آجاؤ اچانک جو کبھی ہجر کی شب میں
سمجھیں گے یہ ہم تم تو کرامات کرو ہو

اور اب باری آئی کراچی کے نوجوان شاعر جناب احمد مبارک

صاحب کی۔ انہوں نے خوبصورت غزل سنائی۔

کبھی سایہ پہن کر بھی نہ عریانی گئی میری
کبھی عریانیوں کا سر پہ سایہ کر لیا میں نے
شب فرقت کے آنسو ہیں کہ میلہ ہے چراغوں کا
جدھر دیکھو اجالا ہی اجالا کر لیا میں نے

ان کے بعد سرگودھا کے جناب اکرم کاشف مائیک پر آئے۔ ایک شعر پیش ہے۔

ہماری چشم نم تو ہے پر اس میں تیرا غم بھی ہے
تمہارے دردمند لتنے بے سہارا بھی نہیں

اب پکارا گیا ساہیوال کے بزرگ شاعر جناب میجر ریٹائرڈ منظور احمد صاحب کو۔ انہوں نے اسیران راہ مولا کے دلی جذبات پر مبنی اپنی نظم سنائی۔

شکر خدا ادا کروں "لاتقنطوا" کہوں
ظلمت اندھیری شب کی چراغاں لگے مجھے

اور اب تشریف لائے معروف شاعر جناب اکبر حمیدی صاحب آپ اسلام آباد سے تشریف لائے ہیں۔ ان سے دو غزلیں سنی گئیں۔ چند خوبصورت اشعار سے آپ بھی لطف اٹھائیے۔

بجھنا نہ کبھی چاند ستارو مرے پیارو
اس رات کی ظلمت کو سہارو مرے پیارو
جب عشق کیا ہے تو بڑے حوصلے رکھنا
دل ہارو تو ہمت نہیں ہارو مرے پیارو

ان کے بعد تشریف لائے کراچی سے آئے ہوئے جناب صابر ظفر صاحب۔ یہ وہی شاعر ہیں جن کے ایک مصرعہ نے ملک بھر میں تہلکہ مچا دیا تھا۔

تم اپنے گرد حصاروں کا سلسلہ رکھنا

جناب صابر ظفر صاحب نے نہائیت خوبصورت دو غزلیں سنائیں۔ جی چاہتا ہے کہ ساری غزلیں پیش کردوں مگر تنگ دامانی آڑے آجاتی ہے۔ ان کے چند خوبصورت اشعار سے لطف اٹھائیے۔

نہ ترا خدا کوئی اور ہے نہ مرا خدا کوئی اور ہے
یہ جو قسمتیں ہیں جدا جدا یہ معاملہ کوئی اور ہے
کئی لوگ تھے جو بچھڑ گئے کئی نقش تھے جو بگڑ گئے
کئی شہر تھے جو اجڑ گئے ابھی ظلم کیا کوئی اور ہے
ہوئے خاک دھول تو پھر کھلا یہی بامراد ہے قافلہ
وہ کہاں گئے جنہیں زعم تھا کہ رہ وفا کوئی اور ہے

- - -- -- -- -

حسد کی آگ سے کس کس کا گھر جلاؤ گے
کہ اہل عشق تو سارے جہاں میں رہتے ہیں
نثار ہیں جو محمدؐ پہ ہم ہیں ان پہ نثار
نہ جانے آپ مگر کس گماں میں رہتے ہیں

اور اس کے بعد شمع محفل لائی گئی مقبول و مشہور شاعر جناب عبید اللہ علیم کے سامنے جن کے مجموعے چاند چہرہ ستارہ آنکھیں کو ادبی ایوارڈ مل چکا ہے اور جس کے درجن سے زائد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اور تازہ مجموعے ویران سرائے کا دیا کی تعارفی تقریب میں کراچی کے ایک مشہور دانشور نے کہا تھا کہ کوئی مجھے کافر کہے یا مومن لیکن حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی محبت عبید اللہ علیم کے کلام میں ہے وہ کسی اور کے کلام میں نہیں۔ انہوں نے پہلے غالب کی زمین میں ایک غزل سنائی۔

نور سے بھر جائے دل وہ رنگ ہے تقریر کا
آپ کیا ہوگا کہ جب عالم ہے یہ تصویر کا
آپ کی اپنی عدالت ہے جو کچھ فیصلہ
ہاں مگر وہ فیصلہ اک آخری تقدیر کا

اس کے بعد انہوں نے حاضرین کی فرمائش پر اپنی مشہور ترین نظم اپنے ساحرانہ ترنم میں سنائی۔

کیا سوانگ بھرے روٹی کے لئے عزت کے لئے شہرت کے لئے
سنو شام ہوئی اب گھر کو چلو کوئی شخص اکیلا گھر میں ہے
دنیا میں کھپائے سال کئی تب ہم پہ کھلا احوال یہی

وہ گھر کا ہو یا باہر کا ہر دکھ کا مداوا گھر میں ہے

آخر میں صدر مجلس مشاعرہ اور جماعت احمدیہ کے قابل صد احترام شاعر جناب ثاقب زیروی صاحب کو دعوت کلام دی گئی - آپ نے اپنے مخصوص جانے پہچانے ترنم سے ایک غزل سنائی۔

صورت یہی تھی تلخیٔ غم سے نجات کی
کاٹا چبھا تو ہم نے بہاروں کی بات کی
اب دل سلگ رہے ہیں ستاروں کی چھاؤں میں
اب کتنی مختلف ہے فضا چاند رات کی
رہنا پڑا ہے ہم کو شراروں کے درمیاں
ثاقب کہاں تھی اتنی ضرورت حیات کی

اس کے بعد آخر میں تین شعراء اور میر مشاعرہ کو دوبارہ زحمت کلام دی گئی - چند منتخب اشعار آپ بھی سنیئے۔

جناب اکبر حمیدی صاحب -------

جذبات کا اک شور مچا ہے مرے اندر
اس خاک میں طوفان سمایا سا لگے ہے

جناب صابر ظفر صاحب --------

آچکا ہے مسیحا قیامت بپا ہو چکی
منتظر جس کے ہیں کیوں وہ پیدا نہیں ہو رہا
شام غم کی سحر واقعی ہو گئی کیا ظفر
دیکھنے میں تو کوئی اجالا نہیں ہو رہا

تم اپنے گرد حصاروں کا سلسلہ رکھنا
مگر ہمارے لئے کوئی راستہ رکھنا
ہزار سانحے پردیس میں گزرتے ہیں
جو ہو سکے تو ذرا ہم سے رابطہ رکھنا
خزاں رکھے گی درختوں کو بے ثمر کب تک
گذر ہی جائے گی یہ رت بھی حوصلہ رکھنا

زیادہ دیر ظفر ظلم رہ نہیں سکتا
اگر اب آئیں کڑے دن تو جی کڑا رکھنا

جناب عبیداللہ علیم صاحب -------

کوئی تقسیم نئی کر کے چلا جاتا ہے
جو بھی آتا ہے مرے گھر کی نگہبانی کو
آج یوسف پہ اگر وقت یہ لائے ہو تو کیا
کل تمہیں تخت بھی دو گے اسی زندانی کو

ہوا کے دوش پہ رکھے ہوئے چراغ ہیں ہم
جو بجھ گئے تو ہوا سے شکائتیں کیسی

جناب ثاقب زیروی صاحب --------

کوئی کس طرح روکے آنے والے انقلابوں کو
یہ آتے ہیں تو آنے کی خبر ہونے نہیں دیتے
خطیبان کرام و واعظان خوش بیاں یارو!
دلوں کے فاصلوں کو مختصر ہونے نہیں دیتے
عقیدت ایسے انسانوں سے رکھتا ہوں میں اے ثاقب
جو برباد اپنے ہمسائے کا گھر ہونے نہیں دیتے

رات کے بارہ بج رہے تھے - لاؤڈ سپیکر کی اجازت کا وقت ختم ہو رہا تھا - آخر میں سٹیج سیکرٹری نے آج کے مشاعرے کے چنیدہ اشعار پڑھے اور یوں اس کبھی نہ بھولنے والی محفل مشاعرہ کا اختتام ہوا۔

واضح رہے کہ ایوان محمود کا وسیع و عریض ہال آخر تک بھرا ہوا تھا - گیلری میں پردے کی رعائت سے خواتین تشریف رکھتی تھیں - ایسا شاندار مجمع اور ایسے خوش ذوق سامعین کم کم کسی مشاعرے کو ملتے ہیں - مجموعی طور پر 33 شعراء نے کلام پیش کیا ان میں 19 مقامی شعراء تھے اور 14 مہمان شعراء تھے۔

تقریب شادی

محترم چوہدری عطاء الرحمٰن صاحب محمود مہتمم مال مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان ابن محترم چوہدری محمد طفیل صاحب محلہ دارالصدر شرقی ربوہ کی شادی محترمہ امتہ القدوس صاحبہ بنت محترم عبدالمنان صاحب شکور پارک ربوہ (ہمشیرہ محترم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان ربوہ) سے مورخہ ۹ مارچ ۱۹۹۰ء بروز جمعۃ المبارک ہوئی۔ نکاح کا اعلان محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور ناظر اصلاح و ارشاد نے ۲۶ جنوری ۱۹۹۰ء کو بیت المبارک ربوہ میں بعوض مبلغ بیس ہزار روپے حق مہر کیا تھا۔ بعد نماز جمعہ تقریب رخصتانہ منعقد ہوئی۔ حضرت مولوی محمد حسین صاحب رفیق حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے دعا کرائی۔

اگلے روز مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۹۰ء کو ایوانِ محمود ربوہ میں دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کیا گیا جس کے اختتام پر محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ نے دعا کرائی۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اِس رشتہ کو ہر لحاظ سے بابرکت کرے۔ (ادارہ)

ضروری گذارش

خریدار حضرات اپنے تبدیلیٔ پتہ سے ضرور مطلع کرتے رہا کریں تاکہ پرچہ ضائع نہ ہو۔ (مینیجر ماہنامہ خالد ربوہ)

درخواستِ دعا

● محترمہ اہلیہ صاحبہ مکرم تنویر الاسلام صاحب عزیز آباد کراچی اپنی اور اپنے شوہر اور بچوں کی صحت و سلامتی اور دینی و دنیاوی ترقیات کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

محترمہ نے رسالہ خالد کی اعانت کے لئے مبلغ یکصد/۱۰۰ روپے بھجوائے ہیں۔

● مکرم نوید احمد صاحب طاہر عزیز آباد کراچی نے اپنے بیٹے عزیز فراز احمد صاحب کی ولادت پر ماہنامہ خالد کے لئے مبلغ پچاس روپے اعانت کے طور پر بھجوائے ہیں۔ اور احبابِ جماعت سے بچّہ کی صحت و درازیٔ عمر اور خادمِ دین ہونے کے لئے دعا کی درخواست کی ہے۔

(مینیجر ماہنامہ خالد ربوہ)

ولادت

مکرم ادریس احمد ستون صاحب آف باٹاپور ضلع لاہور کو مورخہ ۴ نومبر ۱۹۸۹ء کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے پہلی بچی سے نوازا ہے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت بچی کو وقفِ نو کے لئے قبول فرمایا ہے اور بچی کا نام قانتہ صدف تجویز فرمایا ہے۔

عزیزہ مکرم سلطان احمد صاحب مرحوم ابن محترم محمد عبداللہ صاحب (رفیق حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ) کی پوتی اور مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب ابن محترم قریشی محمد عثمان صاحب (رفیق حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ) آف کوئٹہ کی نواسی ہے۔

احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیزہ کو نیک، صالحہ اور خادمِ دین بنائے اور وقف کے تقاضوں کو پورا کرنے والی بنائے۔ آمین

(ظہیر احمد خاں۔ جامعہ احمدیہ۔ ربوہ)

توسیع اشاعت اور اعانت
ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان ربوہ

ماہِ مارچ ۱۹۹۰ء میں محترم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے ارشاد پر مکرم برادرم شیخ محمد سلیم صاحب کارکن مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے ماہنامہ خالد اور تشحیذ الاذہان ربوہ کی توسیع اشاعت کے سلسلہ میں ملتان کا دورہ فرمایا۔

جن احباب نے نہایت خلوص کے ساتھ ماہنامہ خالد اور تشحیذ الاذہان کی توسیع اشاعت کے سلسلہ میں اعانت فرمائی احبابِ جماعت سے ان کے کاروبار اور دینی و دنیاوی ترقیات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ (تفصیل بعد میں شائع کی جائے گی)

(مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

خوب سے خوب تر کی تلاش

معزز قارئینِ خالد! ہماری کوشش ہوتی ہے کہ ہم رسالہ کے معیار کو بہتر سے بہتر بنائیں اور اعلیٰ ذوق کے مطابق بھی ہو۔

ہماری گذارش ہے کہ آپ مندرجہ ذیل کوپن پُر کر کے اوّلین فرصت میں ہمیں پوسٹ کر دیں تاکہ آپ کی رائے کے مطابق رسالہ کو بنایا جائے۔

(۱) آپ کے نزدیک رسالہ خالد کے موجودہ معیار میں کیا تبدیلی ہونی چاہیئے؟

(۲) کون کون سے نئے مضامین یا نئی چیزیں اس میں ہونی چاہئیں؟

آپ کی رائے اور پسند کا ہمیں انتظار رہے گا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

خاکسار
ایڈیٹر ماہنامہ "خالد"
دارالصدر جنوبی۔ ربوہ
پوسٹ کوڈ نمبر ۳۵۴۶۰

آپ کا نام ....
پتہ ....
....

اسے یہاں سے کاٹئے

MONTHLY **KHALID** RABWAH

Regd. No: L 5830

MAY 1990